ماہنامہ

خالد

اس شمارہ میں

نیز نظمیں، جستہ جستہ، انشائیہ
اور اپنی معلومات بڑھایئے۔

جلد ۳۲ ---------- شمارہ ۴

قیمت سالانہ: ۲۵ روپے

ماہانہ: ۲ روپے ۵۰ پیسے

ممالک بیرون: ۱۵۰ روپے

پبلشر:- مبارک احمد خالد پرنٹر: سید عبدالحی مطبع: ضیاء الاسلام پریس

مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ رجسٹرڈ نمبر: ایل ۵۸۳۰

کتابت: محمود انور خوشنویس۔ ربوہ

اداریہ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"یاد رکھنا چاہیئے کہ کلمہ جو ہم ہر روز پڑھتے ہیں اس کے کیا معنے ہیں؟ کلمہ کے یہ معنی ہیں کہ انسان زبان سے اقرار کرتا ہے اور دل سے تصدیق کہ میرا معبود اور مقصود خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ۔ اللہ کا لفظ محبوب اور اصل مقصود اور معبود کیلئے آتا ہے ۔ یہ کلمہ قرآن شریف کی ساری تعلیم کا خلاصہ ہے جو (ہمیں) سکھایا گیا ہے ۔ چونکہ ایک بڑی اور مبسوط کتاب کا یاد کرنا آسان نہیں ۔ اس لیے یہ کلمہ سکھا دیا گیا تاکہ ہر وقت انسان (قرآنی) تعلیم کے مغز کو مدنظر رکھے اور جب تک یہ حقیقت انسان کے اندر پیدا نہ ہو جاوے ۔ سچ یہی ہے کہ نجات نہیں اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔

مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ

یعنی جس نے صدقِ دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو مان لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا ۔ لوگ دھوکہ کھاتے ہیں ۔ اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ طوطے کی طرح لفظ کہہ دینے سے انسان جنت میں داخل ہو جاتا ہے ۔ اگر اتنی ہی حقیقت اس کے اندر ہوتی تو پھر سب اعمال بے کار اور نکمے ہو جاتے اور شریعت (معاذ اللہ) لغو ٹھہرتی ۔ نہیں بلکہ اسکی حقیقت یہ ہے کہ وہ مفہوم جو اسی میں رکھا گیا ہے وہ عملی رنگ میں انسان کے دل میں داخل ہو جاوے ۔ جب یہ بات پیدا ہو جاتی ہے تو ایسا انسان فی الحقیقت جنت میں داخل ہو جاتا ہے ۔ نہ صرف مرنے کے بعد بلکہ اسی زندگی میں وہ جنت میں ہوتا ہے ۔

یہ سچی بات ہے اور جلد سمجھ میں آجاتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے سوا انسان کا کوئی محبوب اور مقصود نہ رہے تو پھر کوئی دکھ یا تکلیف اسے ستا ہی نہیں سکتی ۔ یہ وہ مقام ہے جو ابدال اور قطبوں کو ملتا ہے آپ یہ خیال نہ کریں کہ ہم کب بتوں کی پرستش کرتے ہیں ۔ ہم بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے ہیں ۔ یاد رکھو یہ تو ادنیٰ درجہ کی بات ہے کہ انسان بتوں کی پرستش نہ کرے ۔ ہندو لوگ جن کو حقائق کی کوئی خبر نہیں اب بتوں کی پرستش چھوڑ رہے ہیں ۔ معبود کا مفہوم اسی حد تک نہیں کہ انسان پرستی یا بت پرستی تک ہو اور بھی معبود ہیں اور یہی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ہوائے نفس اور ہوس بھی معبود ہیں ۔ جو شخص نفس پرستی کرتا ہے یا اپنی ہوا و ہوس کی اطاعت کر رہا ہے اور اس کیلئے مر رہا ہے وہ بھی بت پرست

اور مشرک ہے ۔ یہ لا نفی جنس ہی نہیں کرتا بلکہ ہر قسم کے معبودوں کی نفی کرتا ہے خواہ وہ انفسی ہوں یا آفاقی ۔ خواہ وہ دل میں چھپے ہوئے بت ہیں یا ظاہری بُت ہیں ۔ مثلاً ایک شخص بالکل اسباب ہی پر توکل کرتا ہے تو یہ بھی ایک قسم کا بُت ہے ۔ اس قسم کی بُت پرستی تپ دق کی طرح ہوتی ہے جو اندر ہی اندر ہلاک کر دیتا ہے ۔ موٹی قسم کے بُت تو جھٹ پٹ پہچانے جاتے ہیں اور اُن سے مخلصی حاصل کرنا بھی سہل ہے اور مَیں دیکھتا ہوں کہ لاکھوں ہزاروں انسان ان سے الگ ہو گئے اور ہو رہے ہیں ۔ یہ ملک جو ہندوؤں سے بھرا ہوا تھا کیا سب مسلمان ان میں سے ہی نہیں ہوئے ؟ پھر انہوں نے بُت پرستی کو چھوڑا یا نہیں ؟ اور خود ہندوؤں میں بھی ایسے فرقے نکلتے آتے ہیں جو اب بُت پرستی نہیں کرتے ۔ لیکن یہاں تک ہی بُت پرستی کا مفہوم نہیں ہے ۔ یہ تو سچ ہے کہ موٹی بُت پرستی چھوڑ دی ہے مگر ابھی تو ہزاروں بُت انسان بغل میں لیے پھرتا ہے اور وہ لوگ بھی جو فلسفی اور منطقی کہلاتے ہیں وہ بھی ان کو اندر سے نہیں نکال سکتے ۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے سوا یہ کیڑے اندر سے نکل نہیں سکتے یہ بہت ہی باریک کیڑے ہیں اور سب سے زیادہ ضرر اور نقصان انکا ہی ہے جو لوگ جذباتِ نفسانی سے متاثر ہو کر اللہ تعالیٰ کے حقوق اور حدود سے باہر ہو جاتے ہیں اور اس طرح پر حقوق العباد کو بھی تلف کرتے ہیں ۔ وہ ایسے نہیں کہ پڑھے لکھے نہیں بلکہ ان میں ہزاروں کو مولوی فاضل اور عالم پاؤ گے اور بہت ہوں گے جو فقیہہ اور صوفی کہلاتے ہوں گے مگر باوجود ان باتوں کے وہ بھی ان امراض میں مبتلا نکلیں گے ۔ ان بُتوں سے پرہیز کرنا ہی تو بہادری ہے اور ان کو شناخت کرنا ہی کمال دانائی اور دانشمندی ہے ۔ یہی بُت ہیں جن کی وجہ سے آپسمیں نفاق پڑتا ہے اور ہزاروں کشت و خون ہو جاتے ہیں ۔ ایک بھائی دوسرے کا حق مارتا ہے اور اسی طرح ہزاروں ہزار بدیاں اُن کے سبب سے ہوتی ہیں ۔ ہر روز اور ہر آن ہوتی ہیں اور اسباب پر اس قدر بھروسہ کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کو محض ایک عضوِ معطل قرار دے رکھا ہے ۔ بہت ہی کم لوگ ہیں جنہوں نے توحید کے اصل مفہوم کو سمجھا ہے ۔ اور اگر انہیں کہا جاوے تو جھٹ کہہ دیتے ہیں کیا ہم . . . نہیں اور کلمہ نہیں پڑھتے ؟ مگر افسوس تو یہ ہے کہ انہوں نے اتنا ہی سمجھ لیا ہے کہ بس کلمہ منہ سے پڑھ دیا اور یہ کافی ہے ۔

مَیں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر انسان کلمہ طیبہ کی حقیقت سے واقف ہو جاوے، عملی طور پر اس پر کاربند ہو جاوے تو وہ بہت بڑی ترقی کر سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کی عجیب در عجیب قدرتوں کا مشاہدہ کر سکتا ہے ۔ یہ امر خوب سمجھ لو کہ مَیں جو اس مقام پر کھڑا ہوں ۔ مَیں معمولی واعظ کی حیثیت سے نہیں کھڑا ہوں اور کوئی کہانی سنانے کیلئے نہیں کھڑا ہوں بلکہ مَیں تو ادائے شہادت کیلئے کھڑا ہوں ۔ مَیں نے وہ پیغام جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے پہنچا دینا ہے ۔ اس امر کی پرواہ نہیں کہ کوئی اسے سنتا ہے یا نہیں سنتا اور مانتا ہے یا نہیں مانتا ۔ اس کا

جواب تم خود دوگے۔ مَیں نے فرض ادا کرنا ہے۔ مَیں جانتا ہوں بہت سے لوگ میری جماعت میں داخل تو ہیں اور وہ توحید کا اقرار بھی کرتے ہیں مگر میں افسوس سے کہتا ہوں کہ وہ مانتے نہیں۔ جو شخص اپنے بھائی کا حق مارتا ہے یا خیانت کرتا ہے یا دوسری قسم کی بدیوں سے باز نہیں آتا۔ میں یقین نہیں کرتا کہ وہ توحید کو ماننے والا ہے کیونکہ یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ اس کو پاتے ہی انسان میں ایک خارقِ عادت تبدیلی ہو جاتی ہے۔ اس میں بغض، کینہ، حسد، ریا وغیرہ کے بُت نہیں رہتے اور خدا تعالےٰ سے اس کا قرب ہوتا ہے یہ تبدیلی اسی وقت ہوتی ہے اور اسی وقت وہ سچا موحد بنتا ہے جب یہ اندرونی بُت تکبر، خود پسندی، ریا کاری، کینہ و عداوت، حسد و بُخل، نفاق و بد عہدی وغیرہ کے دُور ہو جاویں۔ جب تک یہ بُت اندر ہی ہیں اس وقت تک لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے میں کیونکر سچا ٹھہر سکتا ہے؟ کیونکہ اس میں تو کُل کی نفی مقصود ہے۔ پس یہ پکی بات ہے کہ صرف منہ سے کہہ دینا کہ خدا کو وحدہٗ لاشریک مانتا ہوں کوئی نفع نہیں دے سکتا۔ ابھی منہ سے کلمہ پڑھتا ہے اور ابھی کوئی امر ذرا مخالف مزاج ہوا اور غصّہ اور غضب کو خدا بنا لیا.... پس کلمہ کے متعلق خلاصہ تقریر کا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا معبود اور محبوب ہو اور مقصود ہو اور یہ مقام اسی وقت ملے گا جب ہر قسم کی اندرونی بدیوں سے پاک ہو جاؤ گے اور اُن بتوں کو جو تمہارے دل میں ہیں نکال دو گے"

(ملفوظات جلد ۹ صد ۱۰۳ تا ۱۰۸)

حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگم صاحبہ کے آٹھویں بچے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد تھے جو چھوٹی عمر میں وفات پا گئے۔ آپکی پیدائش ۱۸۹۹ء میں اور وفات ۱۹۰۷ء میں ہوئی۔ اس صاحبزادے کی وفات کی خبر پہلے سے اللہ تعالیٰ نے دے رکھی تھی۔ اس کی وفات پر حضرت اماں جان کا صبر و ضبط بے مثال تھا اور رضا بالقضاء کا عملی نمونہ۔ صاحبزادہ صاحب موصوف کی وفات پر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے فرمایا۔

"مَیں اس پر بڑا خوش ہوں کہ خدا کی بات پوری ہوئی"

حضرت اماں جان نے فرمایا:- "مَیں خدا کی تقدیر پر راضی ہوں"

اس پر بذریعہ الہام حضرت اقدس کو بتایا گیا۔

"خدا خوش ہو گیا"

جب یہ الہام حضرت اماں جان کو سنایا گیا تو آپ نے فرمایا۔

"مجھے اس الہام سے اس قدر خوشی ہوئی ہے کہ دو ہزار مبارک احمد بھی مر جاتا تو میں پرواہ نہ کرتی"

•- ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم - ۱۲ ربیع الاول
۵۳ قبل ہجرت، ۲۲ اپریل ۵۷۱ء - •- حلیمہ سعدیہ
کی آغوشِ رضاعت میں - ولادت کے ایک ہفتہ بعد
حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیئے گئے - •- شقِ صدر
کا واقعہ - ۵۱ قبل ہجرت، ۵۷۳ء •- والدہ
کی وفات - ۴۸ قبل ہجرت، ۵۷۶ء •- دادا عبد المطلب
کی زیرِ کفالت - ۴۸ تا ۴۶ قبل ہجرت، ۵۷۶ء تا
۵۷۸ء •- چچا ابو طالب کی زیر کفالت - ۴۶ قبل
ہجرت، ۵۷۸ء •- حرب فجار اور حلف الفضول میں
شرکت - ۳۳ قبل ہجرت، ۵۸۹ء •- حضرت
خدیجہ رضؓ سے شادی - ۲۸ قبل ہجرت، ۵۹۴ء -
•- حجرِ اسود کی تنصیب - ۱۹ قبل ہجرت، ۶۰۳ء
•- نکاح سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ابو العاص بن ربیع کے ساتھ - ۱۴ قبل ہجرت، ۶۰۸ء
•- پہلی وحی - ۹ ربیع الاول ۱۳ قبل ہجرت، ۶۱۰ء
•- ہجرت حبشہ - رجب ۹ قبل ہجرت، ۶۱۴ء
•- سفرِ طائف - ۴ قبل ہجرت، ۶۱۹ء •- حضرت
خدیجہ رضؓ کی وفات - ۴ قبل ہجرت ۶۱۹ء •- بیعتِ
عقبہ اولیٰ - ۳ قبل ہجرت، ۶۱۹ء •- بیعتِ عقبہ
ثانیہ - ۲ قبل ہجرت، ۶۲۰ء •- ہجرت نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم - ۱ھ، ۶۲۲ء •- غارِ ثور میں
تین دن قیام - ۲۷ صفر ۱ھ، ۶۲۲ء •- غارِ ثور
سے روانگی ہمراہ صدیق اکبر رضؓ - یکم ربیع الاول ۱ھ،
۶۲۲ء •- قبا میں ورود - ۸ ربیع الاول ۱ھ،
۶۲۲ء •- یثرب میں داخلہ - ۱۲ ربیع الاول ۱ھ،
۶۲۲ء •- بنیاد مسجد نبویؐ ۱۹ ربیع الاول ۱ھ،
۶۲۲ء •- میثاقِ مدینہ ۱۹ شوال ۱ھ، ۶۲۲ء
•- جنگ بدر - رمضان ۲ھ، ۶۲۳ء •- غزوہ احد
شوال ۳ھ، ۶۲۴ء •- غزوہ احزاب - ۲۸ شوال
۵ھ، ۶۲۵ء •- صلح حدیبیہ - ذیقعدہ ۶ھ،
مارچ ۶۲۸ء •- سلاطین کے نام خطوط - یکم محرم ۷ھ،
مئی ۶۲۸ء •- غزوۂ خیبر - محرم ۷ھ، جون ۶۲۸ء
•- عمرۃ القضاء - ذیقعدہ ۷ھ، اپریل ۶۲۹ء -
•- فتح مکہ - ۲۰ رمضان ۸ھ، جنوری ۶۳۰ء
•- غزوہ حنین - ۱۱ شوال ۸ھ، فروری ۶۳۰ء
•- غزوہ طائف - ۱۳ شوال ۸ھ، فروری ۶۳۰ء
•- غزوہ تبوک - رجب تا رمضان ۹ھ، اکتوبر تا دسمبر ۶۳۱ء •- حجۃ الوداع
۹ ذی الحجہ ۱۰ھ، مارچ ۶۳۱ء •- وصال نبی کریمؐ - ربیع الاول ۱۱ھ

سلام

(جناب محمدؐ رفیع رضا۔ ربوہ)

جنونِ دِل صبح و شام بھیجوں
پیامِ الفت مدام بھیجوں!
درود بھیجوں سلام بھیجوں

جمال ڈھونڈوں کمال ڈھونڈوں
ہر ایک وجہِ وصال ڈھونڈوں
کہاں سے اسکی مثال ڈھونڈوں

جو اسکو پاؤں تو عام پاؤں
کوئی بھی رحمت کا کام پاؤں
ضرور اسکا ہی نام پاؤں

جو اپنے ملنے کی آس کر دے
زیادہ دل کی جو پیاس کر دے
نہ مل کے پھر جو اداس کر دے

نگاہ اس کی۔ کلام اس کا
ہر ایک دِل میں خرام اس کا
وجودِ عالم ہے تام اسکا

کبھی تو بالائے بام آئے
نظر وہ ماہِ تمام آئے
دعا یہ میری بھی کام آئے

"پیام بھیجوں۔ پیام آئے
سلام بھیجوں۔ سلام آئے"

بندۂ ناچیز پر تو رحم کر دے اے خدا
تیری رحمت کی نہیں کوئی بھی حد اور انتہا

•

اپنے فضلوں کا بنا مورد مجھے پیارے خدا
مشکلیں سب دور کر اور ہر مصیبت سے بچا

•

ہے مری کشتی بھنور میں رحم کے قابل ہے حال
اے میرے مولیٰ میری کشتی تلاطم سے نکال

•

تیری نصرت کے سوا پاؤں گا میں کیسے نجات
گر نہ ہو تیرا کرم قائم نہ ہو میری حیات

•

منبعٔ رحمت نگاہِ لطف کر مومن پہ تو
کر عطا مجھ کو تو اپنی برکتوں کی آبجو

•

(جناب خواجہ عبدالمومن۔ ربوہ)
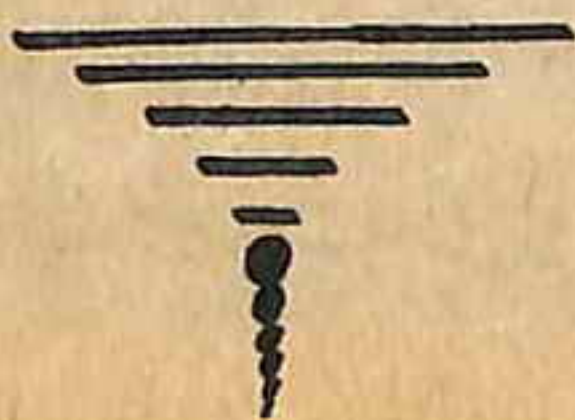
زہے خلق کامل زہے حسن تام

جناب مظفر احمد درانی - ربوہ

تمام طبعی حالتیں اور طبعی جذبات جب عقل اور تدبّر کے مشورے سے اپنے اپنے موقع اور محل پر ظاہر کئے جائیں تو ان سب کا نام اخلاق ہوگا - اور جب انسان نیکی کا خواہشمند اور حریص ہو جائے تو یہی وہ مقام ہے اور درجہ ہے جسمیں انسان اخلاقِ فاضلہ حاصل کرتا ہے۔

ہمارے آقا و مولیٰ، نبیوں کے سردار، وجۂ تخلیق کائنات میں ہر قسم کے اطوارِ حسنہ اور اخلاقِ فاضلہ پائے جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عرش کا خدا بھی آپؐ کے اخلاق کی تعریف میں فرماتا ہے :۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○

یعنی یقیناً آپ عظیم الشان اخلاق پر فائز کئے گئے ہیں۔

اور جب آپکی رفیقۂ حیات حضرت عائشہؓ سے آپکے اخلاق کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا :۔

"کیا آپ قرآن نہیں پڑھتے ؟

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن

آپؐ کے اخلاق تو عین قرآن کریم کے مطابق تھے۔

میں آپکے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ کا ایک گلدستہ پیش کرنا چاہتا ہوں جسکی بھینی بھینی خوشبو سے آپ اپنے دلوں کو معطّر کریں اور اسوۂ محمدیؐ کو اپناتے ہوئے دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کریں۔

آپکی شرم و حیاء کا یہ عالم تھا کہ تعمیرِ کعبہ کے وقت جب آپ بچپن میں کندھوں پر پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے تو آپ کے چچا حضرت عباسؓ نے کندھوں کے زخمی ہونے کے خدشہ سے آپکا تہہ بند کھول کر آپکے کندھوں پر رکھنا چاہا تو آپؐ برہنہ ہوتے ہی بیہوش ہوکر گر پڑے۔ کچھ دیر بعد ہوش آیا تو اِزاری - ازاری - اِزاری یعنی میری چادر - میری چادر - میری چادر کہتے ہوئے بیہوش ہو گئے اور جب دوبارہ آپ پر ڈالی گئی تو پھر ہوش میں آئے۔

آپکی صداقت کا یہ حال تھا کہ جب آپؐ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اپنی صداقت کی گواہی مانگی تو تمام حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا کہ آپ صادق ہیں۔ آپ صادق ہیں اور آپ صادق ہیں۔ کیونکہ ہم نے کبھی آپکی زبان سے جھوٹ نہیں سنا بلکہ تمام عرب آپ کو صادق اور صدوق کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے

آپ کے عدل و انصاف کا یہ کمال تھا کہ ایک

فاطمہ نامی عورت کو چوری کی سزا ملنے لگی تو لوگوں نے اسامہ بن زیدؓ سے سفارش کروائی تو آپؐ نے فرمایا " تم سے پہلی قومیں عدل وانصاف کو چھوڑنے کی وجہ سے ہی ہلاکت کا شکار ہوئیں۔ خدا کی قسم! اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو مَیں اس کے بھی ہاتھ کاٹنے کا ہی حکم دیتا۔ "

ہمارے آقا کمال درجہ کے بہادر اور شجاع بھی تھے۔ جنگ حُنَین میں بارہ ہزار اسلامی فوج کی پسپائی کے باوجود آپؐ لشکرِ کفّار کی طرف بڑھتے ہوئے یہ اعلان فرما رہے تھے کہ ؎

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں نبی ہوں اور جھوٹا نہیں ہوں۔ میں عبدالمطلب کے خاندان کا چشم وچراغ ہوں

غزوات میں دشمن کا سب سے سخت حملہ آپؐ پر ہی ہوتا تھا مگر آپؐ پوری شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھایا کرتے تھے۔

حضورؐ کے زہد کا یہ حال تھا کہ مدینہ کی فتوحات کی زندگی میں جبکہ ہر طرف سے غنیمت کے اموال اور سونے چاندی کے انبار آیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ حاضرِ خدمت ہو کر دیکھتے ہیں کہ حضورؐ ننگی چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور جسم پر چارپائی کے نشان پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت عمرؓ یہ کیفیت دیکھ کر رو دیئے اور کہا یا رسول اللہ قیصر وکسریٰ تو بڑی شان اور کرّ وفر سے رہیں مگر خدا کے رسولؐ کی یہ معیشت؟ فرمایا " عمرؓ انسان تو اس دنیا میں ایک مسافر کی طرح ہے۔ سامان کی فراوانی تو اسے بوجھل بنا دیگی مال و دولت تو تب خدا کی نعمت ہے جب اسے خدا کی راہ میں خرچ کر دیا جائے۔ "

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جود وسخا کو تو دیکھو کہ کسی بھی سوالی کو خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹاتے اور ڈھیروں ڈھیر اموال خدا کی راہ میں سخاوت کر دیتے ہیں اور رات کو اس وقت تک سو نہیں سکتے جب تک صدقہ کا سارا مال تقسیم نہ فرما لیتے

حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایفائے عہد کو بھی تو یاد کرو کہ ابو سفیان دشمنِ اسلام ہونے کے باوجود نجاشی کے دربار میں وعدۂ محمدیؐ کے ایفا کا اقرار کرتا ہے۔ لیکن صلح حدیبیہ کا واقعہ تو ایک عجیب شان رکھتا ہے کہ ابھی معاہدہ لکھا جا رہا تھا کہ نمائندہ کفّار سہیل کا بیٹا ابو جندلؓ مسلمان ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔ یہ دیکھتے ہی سہیل پکار اٹھتا ہے کہ اب یہ پہلا موقع آیا ہے کہ آپ اپنا عہد پورا کرتے ہوئے ابو جندل کو واپس کریں۔ ادھر ابو جندل نے اپنی مظلومیت کی داستان سناتے اور اپنے زخم دکھاتے ہوئے عرض کیا کہ وہ کون سا دکھ اور ظلم ہے جو ان کفّار نے مجھ پر نہیں کیا۔ کیا آپ انہیں لوگوں میں مجھے واپس دھکیلنا چاہتے ہیں لیکن ہمارے آقاؐ نے فرمایا :۔

" ابو جندل! صبر کر خدا تمہاری مدد کریگا ہم ایک معاہدہ کر چکے ہیں جس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے اور اسے واپس کر دیا۔

سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

صبر واستقامت کے ایک پہاڑ تھے اور دشمنوں اور مخالفوں کی کسی دشمنی کی پرواہ نہ کیا کرتے تھے چنانچہ جب آپکے چچا ابو طالب نے آپکو سردارانِ کفار کی یہ بات پہنچائی کہ اب قوم طیش میں آگئی ہے اس لیے تم اپنی باتوں سے باز آجاؤ تو آپؐ نے فرمایا۔

" اے چچا مجھے انکی باتوں اور دھمکیوں کی کوئی پرواہ نہیں خدا کی قسم! اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر بھی لاکر رکھدیں تب بھی میں اس کام سے نہیں رک سکتا۔ جس پر میرے خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے"

اور اسی صبر واستقامت کا درس آپؐ اپنے صحابہؓ کو بھی دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جبکہ آپؐ خانہ کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے کہ حضرت خبابؓ حاضر ہوئے اور بڑی عاجزی سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! اب تو کفّار کے ظلم کی انتہا ہو گئی ہے آپؐ ان کے لیے بد دعا کیوں نہیں کرتے۔ حضور لیٹے ہوئے تھے اُٹھ کر بیٹھ گئے اور بڑے جلال کے ساتھ فرمایا " اے خباب! تم سے پہلے وہ لوگ بھی گزرے ہیں جنکو آروں سے دو ٹکڑے کر دیا گیا لیکن یہ بات انکو دینِ حق سے نہ پھیر سکی اور ان کے جسموں سے لوہے کی کنگھیوں کے ساتھ گوشت نوچ لیا جاتا تھا لیکن یہ بات بھی ان کے ایمان میں کوئی کمزوری پیدا نہ کر سکی۔ اس لئے تم کیوں گھبراتے ہو۔ خدا یقیناً اس دین کو غالب کریگا اور اپنی منشاء پوری کر کے رہے گا۔

مُصلحِ اعظم

حضرت محمدؐ ایک اولوالعزم اور مقدس ریفارمر تھے۔ انہوں نے گمراہوں کو بُت پرستی سے روکا۔ اور افعال قبیحہ سے منع کیا۔ خدائے واحد کی عبادت اور پرستش کی پاکیزہ تعلیم دی۔ اخوت ہمدردی اور مساوات کے سبق سے انکے دلوں کو لبریز کر دیا۔ غارت گری اور خوں ریزی کو ممنوع قرار دے دیا۔

آپ دنیا میں مصلح عظیم تر بن کر آئے تھے۔ اور آپؐ میں ایسی قوتِ قدسی پائی جاتی تھی جو قوتِ بشری سے بہت ارفع واعلیٰ ہے۔ (کاؤنٹ ٹالسٹائی)

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمنوں سے عفو و رحمت کا یہ حال تھا کہ بڑے بڑے دشمنوں پر غلبہ پا کر انہیں معاف کر دیا کرتے تھے۔ بیشمار مثالوں سے صرف فتح مکہ کی مثال دینا چاہتا ہوں۔ کہ آپؐ جس شہر سے بے یار و مددگار ظلم وستم کا نشانہ بنکر نکالے گئے تھے۔ ہاں ہاں وہی بستی وہی شہر جس سے نکلتے وقت آپؐ نے بڑے درد کیساتھ فرمایا تھا " اے مکہ کی بستی تو مجھے جہاں سے پیاری ہے لیکن تیرے لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے"

چلا دے اب ذرا ٹھنڈی ہوا

جناب مبارک احمد ظفر - ربوہ

یا حفیظُ یا عزیزُ یا جبّارُ یا قہار
عرض کرتا ہے تری خدمت میں یہ اک خاکسار

ہر طرف ہی ظلمتوں کے ابر ہیں چھائے ہوئے
کر مدد تُو آسماں سے اب فرشتوں کو اُتار

ٹال دے اے میرے مولیٰ ہم پہ ہے جو ابتلا
ان کٹھن حالات میں بن جا ہمارا مددگار

اِک زماں سے ہم پہ ہے چھائی ہوئی تاریک رات
جلد لا اے میرے مالک اب نیا روشن نہار

اپنی رحمت کی چلا دے اب ذرا ٹھنڈی ہوا
گلشنِ احمد پہ آجائے نیا موسم بہار

آنسوؤں سے آگئی ہے اب زمیں بھی زیرِ آب
دیکھ کیسے تیرے بندوں کی ہیں آنکھیں اشکبار

اب تو فرقت میں مرے مولیٰ یہ دن کٹتے نہیں
توڑ دے اب درمیاں سے تو جدائی کی دیوار

جان کا تو اِک ذرا سا بھی نہیں ہے مجھکو خوف
ہاں یہ خواہش ہے تری راہ میں ہو میری جاں نثار

چاہتے ہیں ہر گھڑی بس ہم تو تیری ہی رضا
قُرب مل جائے ہمیں، ہو جائے حاصل تیرا پیار

عاجزانہ ہے ظفرؔ کی یہ دعا مولیٰ کریم
تیرے پیارے بندوں میں ہو جائے میرا بھی شمار

●

کب آئیں گے؟

★

سب منتظر ہیں آقا ہمارے کب آئیں گے
آنکھیں ترس گئی ہیں پیارے کب آئیں گے

جاں لڑکھڑائے ہجر کی صرصر ہے تیز و تند
دل ڈوب ڈوب ان کو پکارے کب آئیں گے

ہر شب شبِ فراق ہے ہر شام شامِ غم
وہ میری جان و دل کے سہارے کب آئیں گے

ہر شخص بحرِ ہجر کی لہروں کے دوش پر
دیکھے ہے بے کسی سے کنارے کب آئیں گے

سارا چمن اداس ہے یا ربّ ذوالکرم
وہ بزمِ فصلِ گُل کے دلارے کب آئیں گے

"کب انکی راہ تیرے فرشتے کریں گے صاف
کب ہوں گے واپسی کے اشارے کب آئیں گے"

کب ہونگی پھر بحال وہ ربوہ کی رونقیں
پھر اس کے آسماں کے ستارے کب آئیں گے

اب حد سے بڑھ گئے ہیں ضیاءؔ! کرب و اضطراب
دن لوٹ کر خوشی کے ہمارے کب آئیں گے

(ضیاء اللہ مبشر - اسلام آباد)

(فکرونظر)

جناب لیفٹیننٹ کرنل بشارت احمد (ریٹائرڈ) کا سکھوں اور ہندوؤں کی کشمکش سے جنم لینے والی صورتِ حال پر یہ دلچسپ مضمون "نوائے وقت" میگزین، ۷ دسمبر ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کا ایک حصہ بشکریہ نوائے وقت میگزین ہدیۂ قارئین ہے۔ (ادارہ)

آج سکھ قوم ہندوؤں کے ہاتھوں سخت نالاں ہے۔ یہ اپنے آپکو ایک الگ مذہب کی پیروکار سمجھتی ہے۔ مگر ہندو اکثریت اس کو اپنے سے الگ کرنے پر راضی نہیں۔ خیر یہ ان دو قوموں کی اپنی چپقلش ہے اور جھگڑا ہے ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ مگر جس بات پر مسلمان قوم کو دلچسپی ہونی چاہیئے وہ ہے سکھ قوم کا اپنا مذہبی تشخص۔ آج اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ہم سکھوں پر مختلف کتابوں لٹریچر اور مستند حوالوں سے انکے مذہب کا تعیّن کریں کسی کا مذہب بدلنا بڑا مشکل کام ہے۔ پھر بدقسمتی سے ہم ہزار اسلام کے دعویدار ہوں ہمارے اپنے قول و فعل میں بڑا تضاد ہے اور ہمارے علماء حضرات نے منبر کو سیاسی پلیٹ فارم میں بدل دیا ہے۔ لہذا سکھوں کو اسلام کی دعوت بے شک نہ دی جائے ان سے اپنا مذہب چھوڑنے کیلئے دلائل نہ دیئے جائیں ہاں ان پر یہ ثابت کر دیا جائے کہ عقل مند و تمہارے

پہلے گرو بابا نانک گو پیدائشی طور پر ہندو تھے مگر بعد میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ دو حج کئے مسلمان ملکوں کے سفر کئے۔ مسلمان بزرگوں کی قبروں پر چلّے کاٹے۔ ان کا چولا صاحب آج تک ڈیرہ بابا نانک کے گردوارے میں محفوظ ہے۔ کوئی غیر مسلم حج نہیں کر سکتا صرف مسلمان ہی حج کرتے ہیں لہذا یہ کہنا غلط ہوگا کہ بابا نانک بہروپیہ تھے۔ ایسا ممکن نہیں وہ سچے دل سے مسلمان ہو گئے تھے۔ تبھی تو دو حج کئے۔ مگر ہندو قوم نے مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ بابا نانک کے مذہب کو مسخ کر دیا۔ سکھوں کو ورغلا لیا۔ سیدھے اور کم فہم سکھ ان کے دامِ فریب میں آگئے اور ایسے کہ سکھ جرنیل ہی نے دربار صاحب پر فوجی کارروائی کی قیادت کی۔ اگر اس سلسلے میں مندرجہ ذیل امور پر روشنی ڈالنے کا انتظام کریں۔

ریسرچ سیل قائم کریں۔ علماء کرام تحقیق کریں، دستیاب لٹریچر سے فائدہ اٹھائیں تو سکھ قوم کی مذہبی سوچ کا دھارا بدل سکتا ہے۔

۱ - بابا نانک کا وصیت نامہ جو سکھوں میں چولا صاحب کے نام سے مشہور ہے آج تک ڈیرہ بابا نانک میں ایک گوردوارے میں نہایت احترام سے رکھا گیا ہے جس کو کابلی مل کی اولاد نے جو باوا صاحب کی نسل سے تھا خاص اس تبرک کیلئے بنوایا تھا۔ اور سکھوں میں یہ عمل ایک متفق علیہ واقعہ ہے کہ چولا صاحب جس پر کلمہ طیبہ کے علاوہ قرآن کریم کی کئی ایک آیات لکھی ہوئی ہیں ۔ آسمان سے باوا کیلئے اترا تھا اور قدرت کے ہاتھوں باوا صاحب کو پہنچایا گیا اسکے مقابل پر کوئی ایسا چولا باوا صاحب کو نہیں ملا جس پر وید کے شلوک درج ہوں ۔

۲ - باوا صاحب نے دو حج کئے ۔ مسلمان ممالک کے لمبے سفر کئے اور اسلام کے مشہور اولیاء اور صلحاء کی مقابر پر بغرض استفادہ چلے کاٹے ۔

۳ - باوا صاحب کی وفات پر مسلمان اور ہندو آپسمیں جھگڑے ۔ مسلمان انکو دفنانا چاہتے تھے اور ہندو جلانا ۔ پھر قوم کے بزرگ اور دانا لوگوں نے یہ بات پیش کی کہ باوا صاحب کی نعش چادر کے نیچے سے گم ہوگئی ہے ۔ اب ہندو اور مسلمان نصف نصف چادر لے لیں اور اپنی اپنی رسوم ادا کرلیں گو کہ باوا صاحب ایک ہندو کے گھر پیدا ہوئے مگر جلد ہی ہندو مت سے بیزار ہو گئے اور من کی جستجو میں سرگرداں رہے آخر اسلام کی آغوش میں آگئے اور دو برس تک مکہ اور مدینہ رہے اور دو حج کرنے کی توفیق پائی ۔ موجودہ حالات میں ضروری ہے

کہ سکھ مذہب پر مکمل اور سیر حاصل تحقیق کی جائے جب سکھ اس بات کے قائل ہوگئے کہ واقعی بابا نانک مسلمان ہوگئے تھے اور مسلمان کی حیثیت سے وفات پائی تو اس حیرانگی اور خوشی کے عالم میں سکھ قوم کے ہاتھ سے کرپان گر جائیگی اور قرآن آجائیگا ۔ اس کی داڑھی کی ہیئت کذائی بھی بدل جائے گی ۔ سکھ تو پہلے ہی ایک خدا کے قائل ہیں ۔ تھوڑی سی سمجھداری اور کوشش اسکی سوچ کے رخ کو بدل دیگی اور اسلام انشاء اللہ تعالیٰ سکھوں کے دلوں میں سرائیت کر جائے گا اور یہ جوق در جوق دینِ حنیف میں داخل ہو جائیں گے ۔ مشرقی پنجاب کے گوردوارے مسجدوں میں بدل جائیں گے ۔

مشرقی پنجاب کی ویران اور زمین بوس مساجد پھر اللہ اکبر سے گونجنے لگیں گی ۔ ایسے وقت میں ہندو اپنی مکاری اور فریب کاری بھول نے لگیں گے ایک بہت بڑے بزرگ مسلمان کا فرمان ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ ہندوستان میں پڑھا لکھا ہندو نہیں ملے گا اور ہندو قوم کا بڑے زور کے ساتھ اسلام کی طرف رجوع ہوگا ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔ ان حالات میں پاکستان کی جغرافیائی سرحدیں تو شاید موجودہ دور والی رہیں ۔ مگر اس کی مذہبی اور اسلامی سرحدیں انشاء اللہ تعالیٰ سارے ہندوستان پر محیط ہو جائیں گی ۔

آئیے ہم دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے علماء حضرات کو توفیق دے کہ وہ سیاست کے کھیل کی بجائے اپنے اصلی فریضے کی طرف لوٹ آئیں اور سکھوں

میں تبلیغ کا مشن سنبھالیں ۔ اور ان پر ثابت کریں کہ دراصل ان کے اندر واحدانیت کا تصوّر اسلام کی بدولت آیا۔ پھر جوں جوں گورو بابا نانک کی زندگی پر تحقیق اور ریسرچ گہری ہوتی جائیگی حقیقت آشکار ہو جائیگی۔ اور سکھ اسلام قبول کرنے میں کوئی دقت اور مشکل محسوس نہیں کریں گے ضرورت صرف ہماری طرف سے حکمت عملی کیساتھ صحیح کوشش کی ہے۔

مذہبی محاذ پر ایک جہاد کی ضرورت ہے ۔

ہندوستان میں اسلام کسی حکومت کسی اسمبلی۔ کسی آرڈیننس کی معرفت نہیں پھیلا۔ خدا والے رسولؐ والے بزرگوں نے یہ فریضہ سرانجام دیا۔ اسی شہر لاہور کا درد رکھنے والے مبلغ پیدا ہوئے۔ آج ہزاروں لاکھوں کیلئے داتا دربار اور حضرت میاں میر کے مزار زیارت گاہ بنے ہوئے ہیں۔ اسی شہر لاہور میں جہانگیر بادشاہ کا مزار بھی ہے۔ اور قطب الدین ایبک بادشاہ کی قبر بھی ہے ذرا ان چاروں کا مقابلہ تو کر دیکھیں گو دنیاوی لحاظ سے بادشاہوں کے دَور میں کشش انکی طرف ہوتی گئی۔ مگر روحانی لحاظ سے آج مخلوقِ خدا کدھر ہے۔ اس لئے موجودہ دنیاوی دَور کی کشش کی طرف علماء کرام توجہ نہ کریں۔ بلکہ اپنے اصلی مقصد اور مشن کی طرف لوٹیں۔ کہ دین اور دنیا دونوں کی فلاح اسی میں ہے۔

اے خدایا تو ایسا ہی کر۔ آمین

(بشکریہ نوائے وقت میگزین، دسمبر ۸۴ء)

حکمت کی باتیں

- جوانمردی یہ ہے کہ اپنی حاجت کسی کے پاس نہ لے جاؤ۔
- شکر یہ ہے کہ جو نعمت تمہیں اللہ نے بخشی ہے اسے گناہ کا ذریعہ نہ بناؤ۔
- خدا کا وصل چاہتے ہو تو ہوا و ہوس کی پیروی نہ کرو۔
- بندہ جس قدر خدا تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے خدا بھی اسی قدر اس کے قریب ہوتا ہے۔
- صدق یہ ہے کہ ایسے وقت بھی سچ بولا جائے جبکہ جھوٹ بولے بغیر کوئی چارۂ کار نظر نہ آتا ہو
- اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے کے اب تمام راستے بند ہیں صرف ایک راہ کھلی ہے اور وہ رسول اکرمؐ کی پیروی ہے۔
- اہلِ صدق وہ لوگ ہیں جو لوگوں سے جھگڑتے نہیں اور اگر کوئی ان سے جھگڑے تو وہ خاموش ہو جاتے ہیں۔
- مجھے جو کچھ ملا۔ کم کھانے، کم سونے اور علائق دنیا سے کم سے کم واسطہ رکھنے سے ملا
- اپنی نیکی بھول جاؤ اور کوئی تمہارے ساتھ برائی کرے تو اسے معاف کر دو

(حضرت شیخ جنید بغدادیؒ)

مرسلہ: محمد اقبال عابد ــــــ ربوہ

بیوہ کی دادرسی

ماخوذ از تعلیم الاخلاق

سلطان جلال الدین ابو الفتح ملک شاہ ایک دن ایک ندی کے کنارے شکار کھیلنے کے لئے نکلا اور اُس سے فارغ ہو کر ایک باغ میں آرام کرنے کے لئے اُترا۔ اسی اثناء میں اس کا خاص دربان ایک گاؤں میں گیا۔ راستے میں اس نے ایک گائے کو ندی کے کنارے چرتے دیکھا تو اُس نے اُسے پکڑ کر ذبح کر لیا اور اس کے گوشت کو بھون کر خوب کباب کھائے۔

یہ گائے ایک بیوہ عورت کی تھی جس کے چار یتیم بچے تھے بیوہ اس کا دودھ بیچ کر گذارہ کیا کرتی تھی۔ اسے جب معلوم ہوا کہ مجھ غریب کی گائے کو ذبح کر کے کھا جانے والا بادشاہ کا دربان ہے تو وہ ندی کے پل پر جا کر کھڑی ہو گئی۔ واپسی پر جب بادشاہ وہاں پہنچا تو بیوہ نے بادشاہ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ بادشاہ کا دربان بیوہ کو مارنے کے لئے کوڑا لے کر آگے بڑھا۔ بادشاہ نے اسے روکا اور کہا کہ مجھے یہ مظلوم لگتی ہے اسے فریاد سُنانے دو۔ لہٰذا وہ چلّائی کہ اے الپ ارسلان کے بیٹے! اگر تُو اس ندی کے پل پر آج انصاف نہیں کرے گا تو خُدا کی قسم کل پُل صراط پر تیرا دامن نہ چھوڑوں گی جب تک کہ انصاف نہ کرا لوں۔ اَب سوچ لے کہ تُو ان دونوں پُلوں میں سے کس کو پسند کرتا ہے۔ اِس بات کی ہیبت سے متاثر ہو کر بادشاہ گھوڑے سے اُتر آیا اور بیوہ سے یُوں گویا ہوُا کہ اے عورت! مجھے پل صراط پر جواب دینے کی طاقت نہیں بتا تجھ پر کس نے ظلم کیا ہے تاکہ اس سے بدلہ لیا جائے۔ اس نے دربان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس نے جو چابک اُٹھائے مجھے مارنے لگا تھا آہ! یہ مجھ غریب بیوہ کی گائے ذبح کر کے کھا گیا ہے۔ اسی کے دُودھ پر میری اور میرے یتیم بچوں کی گذران تھی۔ بادشاہ نے دربان کو اسی وقت معزول کر کے جیل بھجوا دیا اور عورت کو ستّر گائے دے دیں۔ جب یہ نیک دل بادشاہ فوت ہوُا تو یہ بیوہ عورت اس کی قبر پر پہنچی اور دعا کی کہ الٰہی جس نے میرے عجز کے وقت میری مدد کی تُو اس کے بدلے اس پر جب کہ وہ عاجز ہے بخشش کر۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور خواب میں اس بادشاہ نے اپنے ایک دعا گو کو بتایا کہ اس عورت کی فریاد نے میری دستگیری کی ورنہ عذاب سے رہائی مشکل تھی۔

ہمتِ مرداں مددِ خدا

بازوؤں سے محروم موسیقار

ڈیلسال میوزک ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ آرکسٹرا کی سریلی دھنیں سننے میں مست تھے۔ ایک ۲۰ سالہ خوبصورت نوجوان ان تمام تماشائیوں کو اپنے فن سے مسحور کئے ہوئے تھا۔

یہ نوجوان کارل انتھن (CARL UNTHAN) تھا جو ویانہ (آسٹریا) کا رہنے والا تھا۔ یہ نوجوان جس نے موسیقی کی دنیا میں اپنا ایک الگ تھلگ مقام بنایا بازوؤں کے بغیر پیدا ہوا۔ لیکن اس نے اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کیلئے ایسا میدان چنا جس کیلئے ہاتھوں کا ہونا بیحد ضروری تھا اور یہ ہاتھ اسکے پاس نہیں تھے لیکن اس باہمت نوجوان نے اپنے شوق اور لگن کو قسمت کا لکھا کہہ کر نہیں ٹالا بلکہ بے رحم فطرت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کا مقابلہ کیا۔ اس نوجوان نے اپنے پاؤں کی مدد سے آرکسٹرا پر بہت خوبصورت دھنیں تیار کیں اور لوگوں میں بیحد ہردلعزیز ہوا۔ جس شخص نے اسے پاؤں کی انگلیوں سے سازوں کو بجاتے نہ دیکھا ہو وہ بھلا اس بات کو کیسے مان سکتا تھا۔ ایسا ہی ہوا۔

کارل انتھن اپریل ۱۸۴۸ء میں مشرقی پروشیا میں پیدا ہوا۔ کارل ایک بہت تیز اور صحتمند بچہ تھا جب اس کے عزیز اور رشتہ دار اسے دیکھتے تو انکی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ اتنا خوبصورت بچہ لیکن بازوؤں سے بغیر۔ ہر کوئی اپنی ہمدردی جتلاتا۔ لیکن کارل کا باپ ہر اس شخص کو بری طرح ڈانٹتا اور کہا کرتا کہ اس بچہ پر ہمدردی کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمدردی اسے تباہ کر دیگی۔ جب کارل ایک سال کا ہوا تو ماں نے موزے اور جوتے پہنانے چاہے تو کارل کے والد نے کہا کہ اسے جوتے نہیں پہننے چاہئیں بلکہ یہ اپنے پاؤں سے بازوؤں کا کام لے۔ جب اس بچے نے رینگنا شروع کیا تو وہ اپنے پاؤں کی انگلیوں سے زیادہ سے زیادہ کام لیتا اس کی رانیں اور ٹانگیں دوسرے بچوں کی نسبت زیادہ مضبوط اور لچکدار تھیں

ایک رات جب سارے گھر کے لوگ رات کے کھانے پر اکٹھے ہوئے تو کارل کے والد فرانتھن نے کارل کے سامنے ایک شوربے سے بھرا پیالہ رکھدیا۔ کارل فوراً اپنے پاؤں کی انگلیاں شوربے میں ڈبو کر اپنے

منہ کے قریب لے گیا اور انگلیوں کو چاٹنے لگا جس سے اسکا سارا منہ شوربے سے لتھڑ گیا۔ کارل کی ماں فوراً منہ صاف کرنے کیلئے بڑھی لیکن کارل کے والد نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا کہ اسے وہی کرنے دو جو وہ چاہتا ہے۔ اس وقت اسکی مدد کرنا اس کے لیے نقصان دہ ہے۔ اگر ایسا کیا تو باقی تمام عمر بھی اسکی مدد کرنا پڑیگی۔ یہ نقشہ پروشیا کے اس گھر کا ہے۔ جہاں اس بغیر بازوؤں کے بچے نے بغیر کسی کی مدد لیے اپنی زندگی کا سفر شروع کیا۔

جب دو سال کا ہوا تو ایک روز اچانک اٹھ کھڑا ہوا اور گلی میں نکل آیا۔ اسطرح اس نے گلی میں دوسرے بچوں سے دوستیاں بڑھائیں اور ان کے ساتھ خود ہی کھیلنا شروع کیا۔ کارل ابھی چھوٹا ہی تھا کہ اس نے مکان کو تعمیر ہوتے ہوئے دیکھا اور مزدوروں کو سیڑھی سے اترتے چڑھتے دیکھا۔ اس بات نے اسے بھی سیڑھی پر چڑھنے پر مجبور کیا۔ جب مزدور شام کو اپنے گھروں کو چلے گئے تو یہ موقعہ دیکھتے ہی سیڑھی کے پاس چلا گیا اور سیڑھی کے ڈنڈے پر بیٹھ گیا پھر اپنی پشت پر زور ڈالتے ہوئے اٹھا اور سیڑھی کے دوسرے ڈنڈے پر چڑھ گیا۔ جب وہ چڑھ رہا تھا تو جذبات سے مغلوب تھا اس وقت اسے یہ قطعاً محسوس نہ ہوا ہو گا کہ یہ کام وہ ساری عمر کریگا۔ اس کی زندگی بالکل ایک سیڑھی کی مانند تھی۔

علم کا چسکا ستم۔ جس گھر میں کارل رہتا تھا اس کے ساتھ ایک سکول تھا۔ وہ روز چپکے سے ایک کلاس روم میں چلا جاتا اور کسی کو خبر ہوئے بغیر استاد کے سبق سنتا۔ وہ طالبعلموں کو اپنے ہاتھوں سے سلیٹوں پر لکھتے ہوئے دیکھتا ایک روز کارل اپنے ساتھ سلیٹ لے گیا۔ اپنے ایک پاؤں سے سلیٹ کو پکڑ کر اور دوسرے پاؤں کی انگلیوں میں چاک کو پکڑ کر لکھنے کی جد وجہد میں مصروف ہو گیا اور زندگی کی ایک اور سیڑھی پر چڑھ گیا۔ جب یہ چھ سال کا ہوا تو اس کے والد نے اسے سکول میں داخل کروا دیا

کارل ایک تیراک

اس کے گھر کے قریب ایک تالاب تھا جہاں پر گرمیوں میں بچے نہایا کرتے تھے۔ کارل انہیں رشک کی نگاہوں سے دیکھا کرتا لیکن اس کے بازو نہ تھے۔ ایک روز کارل پانی میں کود پڑا اور شدید جد وجہد سے پاؤں اور سینے پر باری باری زور ڈال کر اپنے آپکو متوازن رکھا۔　　اس نے ایک روز میں تیرنا نہیں سیکھا بلکہ اس دوران کئی بار اس کے پھیپھڑوں میں پانی بھر جاتا اور بری طرح کھانسی حملہ آور ہوتی۔ لیکن اس باہمت اور خود اعتماد لڑکے نے اس کام کو ادھورا نہیں چھوڑا بلکہ اپنی اس خواہش کو بھی بام تک پہنچایا۔

بغیر بازوؤں کے کپڑے اتارنے کی مہارت

بہت سے ایسے چھوٹے چھوٹے کام ہیں جو تمام

نارمل بچے بغیر کسی تکلیف اور دقت کے کر لیتے ہیں لیکن کارل کیلئے یہ چھوٹے چھوٹے کام طویل پہاڑوں کو سر کرنے کے برابر تھے جس روز کارل نے اپنے کپڑے اتارنے اور پہننے سیکھ لئے وہ اسکی زندگی کا یادگار ترین روز تھا۔ ایک شام کارل نے فیصلہ کیا کہ اب میں کافی بڑا ہو گیا ہوں اور مجھے بجائے ماں کپڑے پہنائے مجھے خود پہننا چاہیئے۔ جب وہ اپنی جیکٹ پہنتا تو بیٹھ جاتا اور اپنے پاؤں کے انگوٹھوں کو اپنے سر تک لے جاتا۔ کیا آپ اس کام کو آسان سمجھتے ہیں۔ اگر آپ ایسا نہیں سمجھتے تو کر کے دیکھئے کہ کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ جب وہ پتلون پہننے لگا تو ایک اور مشکل نے اسکی راہ روک لی۔ پتلون کو بٹن لگے تھے اور یہ بہت بڑا مسئلہ تھا کہ انہیں کیسے کھولا اور بند کیا جائے۔ بالآخر اپنے پاؤں کی انگلیوں کی مدد سے کارل نے زندگی کی یہ بہت معمولی لیکن بہت ہی اہم سیڑھی سر کر لی۔

موسیقی کی طرف پہلا قدم

بازوؤں سے محروم اس بچے کو موسیقی سے بیحد لگاؤ تھا۔ اور وہ خود سازوں کو بجانا چاہتا تھا لیکن ایسے بچے کیلئے سازوں کا استعمال جان جوکھوں کا کام تھا۔ اس لیے کہ ساز بجانا ایک نہایت لطیف ترین فن ہے اور انگلیوں کی انتہائی حرکات سے آوازوں کا ہنگم پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن کارل نے موسیقی نہ صرف سیکھی بلکہ مہارت بھی حاصل کی جب پہلی بار اس نے وائلن کو اپنے پاؤں سے چھوا تو اسے بیحد خوشی محسوس ہوئی۔ لیکن اس کے گھر والوں کے لئے یہ دو ناراض اور خونخوار بلیوں کی چیخ و پکار کے مترادف تھی۔

کارل جب دس سال کا ہوا تو اس نے وائلن کا مطالعہ شروع کیا۔ وہ گھنٹوں وائلن کو اپنے گھٹنوں میں لئے رکھتا جس سے اسکی ٹانگیں درد کرنے لگتیں۔ آہستہ آہستہ وہ بہت سی سُریلی دھنیں بجانے لگا۔ سولہ سال کی عمر میں اُسے کنزویٹری میں بھیجا گیا جہاں اس نے موسیقی کے نظریہ جمالیات اور تاریخ کے متعلق علم حاصل کیا۔

بالآخر ایک روز کارل کو لوگوں کے سامنے اپنے فن کو پیش کرنے کا موقع ملا۔ شو کے بعد بہت سے لوگ اس لئے اکٹھے ہوئے کہ وہ اس نوجوان فنکار کے ساتھ ہاتھ ملا سکیں۔ لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ اس نوجوان موسیقار نے انہیں اپنے پاؤں سے سلام کیا۔ لوگ اس سے پیشتر بیشمار فنکاروں سے ملے ہوں گے لیکن کارل پہلا شخص تھا جس نے اپنے پاؤں کی انگلیوں سے اپنے فن کو نوازا۔

شکی پولیس آفیسر کو منہ توڑ جواب

ایک بار کارل نے سینٹ پیٹرز برگ میں موسیقی کا پروگرام پیش کیا۔ پروگرام کے خاتمہ پر ایک روسی پولیس چیف نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تم محض فراڈ ہو کوئی اور آدمی وائلن بجا رہا تھا۔ کارل

اسے اپنے کمرے میں لے گیا۔ اور اس کے سامنے وائلن بجانے لگا۔ شکی مزاج چیف کا چہرہ فوراً تعجب خیزی کا نمونہ بن گیا اور اس کی آنکھیں حیرانگی سے زیادہ پھیل گئیں جب اس نے وائلن پر روسی قومی ترانہ بجتے سنا۔ بعد میں کارل انگلستان، امریکہ اور کیوبا بھی گیا جہاں اس نے کئی جگہ پر اپنے فن کا مظاہرہ کر کے لوگوں سے داد وصول کی۔

پراگ میں کافی عرصہ اپنے فن کا مظاہرہ کرتے کے دوران اس کی ایک عورت انٹونی بسپٹا سے ملاقات ہوئی جو کہ ایک تھیٹر میں گایا کرتی تھی کچھ عرصہ بعد کارل نے اس کے ساتھ شادی کر لی

کارل انتھن اب اپنی مہارت کی بدولت ساری دنیا میں نامور ہو چکا تھا۔ جرمنی کے مشہور ناولسٹ جیرات ہاپرٹ نے اپنے ایک ناول میں اس کے متعلق لکھا۔ " جرمنی میں کارل کے متعلق ایک فلم THE ARMLESS MAN بنائی گئی ہے جس میں کارل کا کردار ادا کرنیوالا اداکار دریا میں ڈوبنے والی ایک عورت کو بچاتا ہے۔ وہ اس عورت کو اپنے گھٹنوں کی مدد سے اوپر لے جاتا ہے اور اس کے بلاؤز کو اپنے دانتوں میں دبا کر اسے ساحل پر لے جاتا ہے۔

("عجیب لوگ" سے ماخوذ)

غزل

کوئی سوئے بقا تھا
زمانہ رو رہا تھا
دلوں میں بس رہا تھا
مگر رخصت ہوا تھا
محبّت کا پیامی
محبّت میں گھرا تھا
ندی اک سوز کی تھی
وہ اسمیں تیرتا تھا
زمیں اترا رہی تھی
فلک تک دیکھتا تھا
وہ پیہم مسکرا کر
غموں کو کھا گیا تھا
وہی دستورِ الفت
ورق بدلا گیا تھا

دلِ طاہر سے پوچھو
وہ میرا کون کیا تھا

(جناب طاہر عارف سرگودہا)

آپکا ٹیلی فون

(جناب ناصر احمد قمر۔ جھنگ)

جب ٹیلیفون ایجاد ہوا تو کسی نے اسکو کھلونا سمجھا اور کسی نے اسے محیّر العقول کارنامہ لیکن اسکی افادیت سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ ٹیلیفون کی ایجاد میں کئی سائنسدانوں کا حصہ ہے لیکن اس کو مکمل کرنے کا سہرا اسکاٹ لینڈ کے ایک باشندے الیگزینڈر گراہم بیل (ALEXANDER GRAHAMBELL) کے سر ہے جو بعد میں امریکہ چلا آیا تھا۔

بیل کے زمانے سے پہلے بھی کئی سائنسدانوں نے ٹیلیفون پر تحقیق کی تھی مگر وہ لوگ بجلی کے تو ماہر تھے لیکن آواز کے متعلق بہت کم علم رکھتے تھے اس لئے وہ ان دونوں قوتوں کا باہم رابطہ معلوم نہ کر سکے۔ بیل نے نظریاتی سائنس سے قطع نظر تجرباتی پہلو پر زیادہ زور دیا۔ اس نے آواز اور بجلی کا بغور مطالعہ کیا اور ان کے درمیان تعلقات پیدا کرنے کے بے شمار تجربات کئے اور ۱۸۷۶ء میں جبکہ اسکی عمر ۲۹ سال تھی اس نے لوہے کا ایک ایسا پرزہ تیار کر لیا جو انسانی آواز سے متاثر بھی ہو سکتا تھا اور پھر ان الفاظ کو پیدا بھی کر سکتا تھا۔

واٹسن (WATSON) نامی ایک شخص اس کا مددگار تھا۔ وہ اور واٹسن دونوں امریکہ میں فولادی پردوں اور مقناطیس پر تجربات کرتے رہے۔ دونوں مختلف کمروں میں مصروف رہتے تھے جو تاروں کے ذریعہ آپس میں ملے ہوئے تھے ایک دن بیل نے اتفاقیہ طور پر یہ راز معلوم کیا کہ آواز برقی ارتعاشات میں تبدیل ہو کر تاروں کے ذریعہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں منتقل ہو رہی تھی۔ پھر مزید تجربات کے ذریعہ انہوں نے ٹیلیفون تیار کر لیا۔

گراہم بیل نے پہلی مرتبہ مائیکروفون میں واٹسن کو مخاطب کر کے کہا "مسٹر واٹسن! مہربانی کر کے یہاں آئیے مجھے آپکی ضرورت ہے"

ٹیلی فون کی تاریخ میں یہ جملہ ایک اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہی وہ الفاظ ہیں جو ٹیلی فون پر پہلی مرتبہ کہے گئے۔

اگرچہ ٹیلی فون کی ایجاد کا اعزاز گراہم بیل ہی کو بخشا گیا۔ لیکن ایک اور موجد پروفیسر ایلیشا گرے (ELISHA GRAY) نے بھی کامیابی حاصل کر لی تھی، گراہم بیل اور ایلیشا گرے ایکدوسرے کو بالکل نہ جانتے تھے۔ دونوں نے ایک ہی دن اپنی ایجاد کو پیٹنٹ کرانے کی درخواست دی لیکن بیل چند گھنٹے قبل دفتر میں پہنچا اس لئے عدالت نے اسکو ہی ٹیلیفون کا موجد قرار دیا۔

مائیکروفون کو بہتر بنانے اور اس میں کاربن کے

ذرات جمع کرنے کا کام مشہور سائنسدان ایڈیسن (EDISON) نے کیا۔

۱۸۷۹ء میں لندن میں پہلا ٹیلی فون ایکسچینج قائم ہوا تو آٹھ آدمیوں نے اپنے گھروں میں ٹیلیفون لگوایا۔ اور لندن میں جو سب سے پہلی ٹیلیفون ڈائریکٹری تیار ہوئی اس میں صرف ۴۴۶ افراد کے نام نمبر درج تھے۔ ۱۹۴۲ء کے قریب یہ تعداد گیارہ لاکھ تک پہنچ گئی ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ہر فرد تقریباً ۲۳۰ مرتبہ ٹیلیفون کے ذریعہ بات کرتا ہے۔ نیویارک میں اٹھارہ لاکھ سے زیادہ ٹیلیفون لگے ہوئے ہیں۔

پہلے پہل یہ ایجاد چند محدود ملکوں میں اسیر رہی لیکن کیبل کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے سمندر پار کے ملکوں تک پہنچا دیا گیا۔

۱۹۲۶ء میں برطانیہ سے صرف فرانس، بلجیئم ہالینڈ اور سوئٹزرلینڈ کے ساتھ فون پر گفتگو کی جا سکتی تھی پھر ان ممالک کی تعداد میں آہستہ آہستہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ۱۹۲۷ء میں جرمنی، ریاستہائے متحدہ امریکہ اور کینیڈا وغیرہ بھی برطانیہ کے ساتھ منسلک ہو گئے ۱۹۳۰ء میں آسٹریلیا اور ۱۹۳۵ء میں جاپان اور اب یہ صورت ہے کہ آپ ساری دنیا کے تقریباً ۹۸ فیصد لوگوں سے گفتگو کر سکتے ہیں۔

ٹیلیفون کا اصول ۔ ٹیلیفون کے اصول کو سمجھنے کیلئے ہماری توجہ بچپن کے اس کھیل کی طرف مبذول ہوتی ہے جس سے ہم دل بہلایا کرتے تھے یعنی خود ساختہ ٹیلیفون جو دو چلموں اور ایک دھاگے پر مشتمل ہوتا تھا۔ دونوں چلموں پر جھلّی چڑھا کر اس کے درمیان ایک سوراخ کر کے دھاگہ باندھ دیا جاتا تھا۔ ایک لڑکا ایک چلم کو اور دوسرا دوسری کو لے کر دور دور کھڑے ہو جاتے تھے ایک بولتا تھا تو دوسرا سنتا تھا۔ اور یہ سیدھی سادھی چیز ٹیلیفون کا کام دیتی تھی۔ لیکن یہ مختصر فاصلے پر ممکن ہے۔ جب کوئی شخص ایک چلم میں بولتا ہے تو اسکی آواز لہروں کی شکل میں جھلّی پر اثر انداز ہوتی ہے جس سے جھلّی میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے اور جب یہ ارتعاشات دھاگے پر سے ہوتے ہوئے جھلّی سے جا ٹکرائیں گے تو وہ بھی اس سے پہلی جھلّی کی طرح متاثر ہوگی اور دوسرا آدمی بھی بعینہٖ وہی الفاظ سُن سکے گا جو پہلے شخص نے بولے تھے۔

اس گھریلو ایجاد سے یہ بات تو سمجھ میں آ جاتی ہے کہ ہماری آواز ہوا میں لہروں کی شکل میں سفر کرتی ہے لیکن یہ لہریں ہم دیکھ نہیں سکتے۔ جب ہم بولتے ہیں اور اپنی زبان کو حرکت دیتے ہیں تو ہمارے ہونٹوں کی حرکت سے آس پاس کی ہوا میں تحریک پیدا ہوتی ہے اور یہ تحریک لہروں کی صورت میں دوسرے آدمی کے کانوں تک پہنچتی ہے۔

خدا تعالیٰ نے کان کی ساخت بھی دلچسپ و عجیب رکھی ہے۔ سب سے پہلے تو گوشت کا وہ قیف نما حصہ نظر آتا ہے جو ہمارے سر کے دونوں طرف موجود ہے اگر اسکو بغور دیکھا جائے تو یہ بات بآسانی سمجھ میں آ جاتی ہے کہ اس حصے کا کام صرف یہ ہے کہ یہ آواز کی

لہروں کو جمع کر کے کان کے سوراخ میں داخل کر دے جب یہ لہریں اندر داخل ہو جاتی ہیں تو یہ وہاں گوشت کی ایک باریک سی جھلی سے جا کر ٹکراتی ہیں۔ یہ جھلی نہایت نازک، نرم لچکدار اور پتلی ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے تاکہ معمولی سی آواز بھی اس پر اثر انداز ہو سکے آواز کی لہریں اسمیں بالکل اسی طرح حرکت پیدا کرتی ہیں جیسا کہ متذکرہ بالا چلم کی جھلی میں پیدا کرتی ہیں۔ لیکن یہ اس سے بہت زیادہ حساس ہوتی ہے۔ جھلی کے یہ ارتعاشات نہایت باریک اور حساس رگوں کے ذریعہ ہمارے جسم کے ہیڈ آفس یعنی دماغ میں جا پہنچتے ہیں تو ہمیں فوری طور پر سمجھ آجاتی ہے کہ کس قسم کی آواز آرہی ہے۔

اس ابتدائی بحث نے ہمیں اس نتیجہ پر پہنچایا ہے کہ آواز ہوا میں لہروں کی شکل میں سفر کرتی ہے اور وہ لچکدار جھلی اور اسی قسم کی دوسری اشیاء پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ نیز دھاگے یا تار کے واسطے سے ایک جھلی کے ارتعاشات دوسری جھلی تک بھی پہنچ سکتے ہیں۔ کان کی ساخت اور مذکورہ بالا دوسری تحقیقات سے انسان کو ٹیلی فون کی ایجاد کا خیال پیدا ہوا لیکن مشکل یہ پیش آئی کہ تار یا دھاگے یا کسی اور واسطے سے آواز کو بہت زیادہ فاصلہ پر پہنچانا کیسے ممکن ہو۔ اس کام کیلئے کسی بیرونی قوت کی ضرورت تھی جو کہ بجلی نے پوری کر دی۔

ٹیلیفون کا اصول مختصراً یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ جب آپ اس میں بولتے ہیں تو آپکی آواز برقی لہروں میں تبدیل ہو کر آپکے مخاطب تک جا پہنچتی ہے جو آلہ وہاں موجود ہے اس کا یہ کام ہے کہ وہ ان برقی لہروں کو پھر ان الفاظ میں تبدیل کر دے جو پہلے شخص نے اپنی زبان سے ادا کئے تھے۔

قابلِ ذکر امر یہ ہے کہ آواز تاروں پر کبھی سفر نہیں کرتی صرف برقی قوت ہی تاروں پر سفر کرتی ہے

ٹیلیفون کے ضروری حصے۔

ٹیلی فون کا ایک حصہ تو وہ ہے جسے کان کے ساتھ لگا کر دوسرے کی بات سنی جاتی ہے اور دوسرا وہ حصہ ہے جس میں الفاظ بولے جاتے ہیں اوّل الذکر حصہ کو انگلش میں ریسیور (RECEIVER) کہا جاتا ہے۔ اس کے اندر گھوڑے کی نعل جیسا ایک مقناطیس ہوتا ہے۔ اس کے چاروں طرف تانبے کی نہایت باریک تار لپٹی ہوتی ہے۔ اسے کوائل کہا جاتا ہے۔ مائیکروفون کی طرح اس میں بھی ایک فولادی پردہ ہوتا ہے جو مقناطیس سے قربت رکھتا ہے۔ جیسے ہی دوسرے سرے سے آنیوالی برقی رَو ریسیور میں داخل ہوتی ہے اسمیں ایک طرح کا مقناطیسی ماحول پیدا ہو جاتا ہے اور فولادی پردہ اس کے زیرِ اثر حرکت میں آجاتا ہے اور پھر وہی الفاظ پیدا ہو جاتے ہیں جو پہلے آدمی نے کہے ہوتے ہیں۔

دوسرے حصے کو ٹرانسمیٹر (TRANSMETTER) یا نشر کرنے والا آلہ کہتے ہیں۔ یہی وہ حصہ ہے جس کو بجا طور پر "برقی کان" کے نام سے موسوم کیا جاسکتا

ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ وہ آواز کی لہروں کو برقی لہروں میں تبدیل کردے۔ اس لحاظ سے اسکو بیحد حساس بنایا جاتا ہے۔ تاکہ ہلکی آواز ہلکی برقی لہروں میں اور قوی آواز قوی برقی لہروں میں تبدیل ہوتی رہے ان خوبیوں کے باوجود اسکی ساخت کچھ زیادہ پیچیدہ نہیں ہوتی۔ اس حصّے کو کاربن مائیکروفون یا کاربن ٹرانسمیٹر بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اسمیں کاربن کے ہزاروں چھوٹے چھوٹے ذرّات بھرے ہوتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ آواز کی لہروں سے یہ کام لیا جائے کہ وہ خود برقی لہروں میں تبدیل ہو جائیں، ٹرانسمیٹر کی ساخت ایسی رکھی گئی ہے کہ وہ ایک بیٹری کی مدد سے اس عمل کیلئے قوّت کی ایک ضروری مقدار فراہم کرتا رہے۔

جب آپ اس آلے کو اٹھا کر اپنے منہ کے ساتھ لاتے ہیں اور کوئی لفظ اپنی زبان سے ادا کرتے ہیں تو آپکی آواز سب سے پہلے ایک فولادی پردے "ڈائفرام" پر پڑتی ہے جو کان کی جھلّی کی طرح نہایت لچکدار ہوتا ہے اس پردے کے پیچھے تھوڑی سی جگہ ہوتی ہے جسمیں کاربن کے ہزاروں ذرّات بھرے ہوتے ہیں۔ چونکہ وہ برقی قوّت کا اچھا موصل ہوتے ہیں اس لئے برقی کرنٹ ان میں سے گزرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ یہ کرنٹ بیٹری سے آتی ہے جو ٹیلیفون کے ساتھ ملحق ہوتی ہے لیکن ان ذرات کو جان بوجھ کر ڈھیلا بھرا جاتا ہے یہ ایک دوسرے کو زیادہ تعداد میں اسی وقت چھو سکتے ہیں جب ان پر فولادی پردہ دباؤ ڈالے۔ اور برقی قوّت ایک سے دوسرے ذرّے میں اسی وقت منتقل ہوتی ہے جب دونوں ذرّات ایکدوسرے کے ساتھ ملحق ہوں۔

اگر آپ مائیکروفون میں آہستہ بولتے ہیں تو آپکی پیدا کردہ لہروں میں تھوڑی سی قوّت ہوتی ہے اور اس کے زیر اثر فولادی پردہ کاربن کے ذرّات پر خفیف سا دباؤ ڈالتا ہے کچھ ذرّات آپسمیں مل جاتے ہیں اور کچھ نہیں نتیجہ یہ ہوتا کہ انکے درمیان سے برقی قوت کی ایک نحیف سی مقدار گزرتی ہے لیکن جب آپ زور سے بولتے ہیں یا کرخت الفاظ اپنی زبان سے ادا کرتے ہیں تو فولادی پردے پر زیادہ دباؤ پڑتا ہے اور کاربن کے ذرّات زیادہ تعداد میں ایکدوسرے سے مل جاتے ہیں اس صورت میں ان میں سے زیادہ قوی برقی رَو گزرتی ہے الغرض جب آپ گفتگو کا سلسلہ شروع کرتے ہیں تو آپ کے الفاظ کے مطابق ان ذرّات میں سے کبھی کم اور کبھی زیادہ برقی رَو گزرتی ہے اور مقصود بھی یہی ہے کہ برقی کرنٹ مستقل نہ رہے بلکہ ہر لحظہ بدلتی رہے۔

یہ بات تعجب انگیز ہے کہ اچھی خاصی بلند آواز ہوتے ہوئے بھی اس فولادی پردہ میں اپنی اصلی جگہ سے ایک انچ کے کروڑویں حصّے سے زیادہ لچک پیدا نہیں ہوتی لیکن کاربن کے ذرّات اسقدر حساس ہوتے ہیں کہ صرف اتنی سی جنبش سے ہی متاثر ہو جاتے ہیں اس طرح آپکی پیدا کردہ آواز کی لہریں برقی ارتعاشات میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور یہ ارتعاشات تانبے کی تاروں پر سے ہوتے ہوئے ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کی زبردست رفتار کے ساتھ اس جگہ پہنچ جاتے ہیں جہاں آپ کا مخاطب محوِ سماعت ہے۔

سمندر پار کے ممالک سے رابطہ

سمندر پار کے ممالک میں ٹیلیفون کا سلسلہ قائم کرنے کیلئے کیبل سے اتنی مدد نہیں ملتی جتنی ریڈیو سے ملی ہے۔ بحر اوقیانوس میں ۲۷ ٹیلیگراف کیبل پڑے ہوئے ہیں لیکن انکی مدد سے دور دراز ممالک کے ساتھ گفتگو اس وجہ سے نہیں ہو سکتی کہ ہماری آواز وہاں تک پہنچتے پہنچتے اس قدر نحیف ہو جائیگی کہ سنائی نہ دے سکے گی۔

اب بہت کچھ تحقیق کے بعد سائنس دان اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ بعض مقناطیسی دھاتوں کے ساتھ کیبل کو اس قابل بنایا جاسکتا ہے کہ وہ ٹیلیفون لائن کا کام دے سکے آجکل اس کمی کو پورا کرنے کی خاطر ریڈیو ٹیلی فون سے مدد لی جاتی ہے۔

استعمالات

دیگر ایجادات کی طرح ٹیلی فون نے بھی کافی ترقی کی ہے اگرچہ اس ترقی کے نمایاں آثار ابھی ہمارے ملک میں ظاہر نہیں ہوئے۔

بعض خود کار ٹیلی فون ایکسچینج ایسے ہیں جن میں بعض سوالات کا جواب دینے کیلئے آٹو میٹک ریکارڈ استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً یہاں ہمارے ملک میں اگر کوئی نمبر پہلے سے مصروف ہو تو ڈائل گھمانے پر ایک آواز پیدا ہوتی ہے جس سے ہم سمجھ جاتے ہیں کہ نمبر خالی نہیں ہے۔ لیکن ترقی یافتہ ایکسچینج میں ایک گراموفون ریکارڈ فوراً جواب دیتا ہے کہ نمبر خالی نہیں ہے۔ نہایت عمدہ سریلی آواز میں آپ چند الفاظ سن لیتے ہیں اور نمبر خالی ہونے کا انتظار کرنے لگتے ہیں

پیرس کے ٹیلی فونوں پر ایک نمبر ایسا بھی ہوتا ہے جس کی مدد سے آپ ٹرینوں اور بسوں کے ٹائم کے علاوہ روزمرہ زندگی سے متعلق دیگر معلومات بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

اب ایسے ٹیلیفون بنائے جارہے ہیں جو موصول کردہ پیغامات کو خود بخود ریکارڈ کر لیا کریں گے انکا نام ٹیلی گرافون (TELE GRAPHONE) رکھا گیا ہے۔ اس کے ذریعہ کسی شخص کی عدم موجودگی کی اطلاع بھی خود بخود ہو جایا کریگی۔

برطانیہ میں ٹیلیفون کی ایک ایسی سروس بھی موجود ہے جو آپکو موسمی پیشگوئی فراہم کر سکتی ہے۔ صبح سویرے آپکو مقررہ وقت پر جگا بھی سکتی ہے۔ اب ایسے ٹیلیفون بھی بنائے جارہے ہیں جن میں انسان بات کرنیوالے کی تصویر بھی دیکھ سکے گا۔

رہے حسرتوں کا پیارے میری جان شکار کب تک
ترے دیکھنے کو ترسے دل بے قرار کب تک
شب ہجر ختم ہوگی کہ نہ ہوگی یا الٰہی
مجھے اتنا تو بتا دے کروں انتظار کب تک

(کلام محمود)

مورخہ ۷ مارچ ۱۹۸۵ء بروز جمعرات چار بجے شام عزیزہ مکرمہ سعدیہ احمد صاحبہ (بنت محترمہ صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ ومحترم چوہدری ناصر محمد صاحب سیال) اور عزیز محمد فضل صاحب کی تقریب شادی ۹۳ خورشید عالم روڈ لاہور چھاؤنی میں عمل میں آئی۔ اِن کا نکاح امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے مورخہ یکم مارچ ۱۹۸۵ء کو بعد نماز عشاء بیت الفضل لندن میں دس ہزار پونڈ حق مہر پر پڑھا تھا۔

عزیزہ سعدیہ احمد صاحبہ حضرت فضلِ عمر اور حضرت اُمِّ طاہر صاحبہ مرحومہ کی نواسی اور حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی پوتی نیز امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی بھانجی ہیں۔

اِسی طرح عزیز محمد فضل صاحب حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے نواسے ہیں۔

۸ مارچ ۱۹۸۵ء کو بعد نماز عشاء محترم چوہدری حمید نصر اللہ خاں صاحب اور آپ کی بیگم محترمہ امۃ الحی صاحبہ نے ۹۳ خورشید عالم روڈ لاہور چھاؤنی میں دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کیا۔

ہر دو تقریبات میں بزرگانِ سلسلہ اور امراء اضلاع اور دیگر احباب جماعت کے علاوہ معززینِ لاہور نے بھی بڑی تعداد میں شرکت کی۔

دونوں تقریبات پر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے دعا کرائی۔

احبابِ جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اِس رشتہ کو دونوں خاندانوں کے لئے مبارک کرے۔ آمین

ادارۂ خالد اِس مبارک تقریب پر حضور کی خدمتِ اقدس میں نیز دونوں خاندانوں کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔

(ادارہ)

ماہنامہ "خالد" کے وی پی

جن خریداران ماہنامہ خالد کا چندہ خریداری ختم ہے انکی خدمت میں ماہ جنوری فروری ۱۹۸۵ء میں بذریعہ خط یاددہانی کروائی گئی تھی۔ جن کا چندہ موصول نہیں ہوا انکی خدمت میں ماہ مئی ۱۹۸۵ء کا رسالہ بذریعہ وی پی بھجوایا جائیگا۔

(مینیجر)

(مکرم مظفر احمد صاحب سدھن آف ماریشس - حال ربوہ)

بحر ہند میں واقع ماریشس ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جس کا رقبہ ۷۲۰ مربع میل ہے۔ یہ دولت مشترکہ کا ایک رکن ہے۔ ماریشس ڈربن سے ۱۲۴۰ میل اور ممباسہ سے ۱۱۲۰ میل دور ہے۔ ابتداً ماریشس ایک ہی جزیرہ تھا لیکن بعد میں زمین کے لاوی تغیرات کے نتیجہ میں دو اور جزائر بن گئے ایک REUNION ہے جو ماریشس سے ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور دوسرے کا نام RODRIGUES ہے اور وہ ۳۵۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ حیرانگی تو یہ ہے کہ REUNION جو ماریشس سے ہی جزیرہ بن کر نکلا رقبے کے لحاظ سے ماریشس سے بھی بڑا ہے۔ اور اس کے درمیان میں دو ہزار فٹ کی بلندی پر ایک سطح مرتفع ہے جو تین پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ ماریشس چھوٹا ہونے کے باوجود تقریباً دس لاکھ کی آبادی پر مشتمل ہے جنمیں سے اکثر ہندو اور عیسائی ہیں۔ تیسرے نمبر پر اہل اسلام ہیں ان کے علاوہ بدھ مت کے پیرو کار بھی تھوڑی تعداد میں، آباد ہیں۔ گویا ماریشس ایک ایسا ملک ہے جہاں تقریباً دنیا کی تمام بڑی تہذیبوں کے لوگ آباد ہیں۔

جزیرہ ہونے کے لحاظ سے اس کا موسم عموماً معتدل ہوتا ہے۔ اگرچہ چار موسم ہوتے ہیں لیکن یہاں عموماً دو موسموں کا ہی احساس ہوتا ہے گرمی میں زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت 32°C اور کم سے کم 19°C سردی میں کم سے کم 13°C اور زیادہ سے زیادہ 6°C ہوتا ہے بارش سال بھر ہوتی رہتی ہے کبھی کبھی ۲۰۰ انچ تک بھی پہنچ جاتی ہے۔ زیادہ تر جنوری سے مئی تک بہت بارشیں ہوتی ہیں۔ سارے ملک میں جہاں بھی نظر دوڑائیں ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے اکثر طوفانِ بادوباراں کی وجہ سے جزیرے کو خطرہ لاحق رہتا ہے۔ مگر اب پختہ تعمیرات کی وجہ سے آبادی پہلے سے بہت زیادہ محفوظ ہے۔ ساتویں صدی سے قبل یہاں گھنے جنگلات پائے جاتے تھے جن سے سخت قسم کی لکڑی حاصل کی جاتی تھی۔ کھیتی باڑی کے سلسلہ میں بارشیں بہت اچھا کردار ادا کرتی ہیں۔ بیسویں صدی کے وسط سے ارضِ ماریشس کا ۲/۵ حصہ زراعت کے قابل ہو چکا ہے۔

رائل باغ جسے BOTANICAL GARDEN

کہتے ہیں اس باغ میں کئی قسم کے درخت اُگے ہوئے ہیں۔ ایک اہم درخت لونگ کا ہے جو ZAN - ZIBAR - کو لونگ کی برآمد میں بہت مفید ثابت ہوتا تھا۔ اس باغ میں دلچسپی کی بات یہ ہے کہ یہاں ایک ایسا درخت ہے جسے TALIPOT - PALM - کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جو ہر سو سال کے سر پر پھول دیتا ہے۔ یہاں پر تقریباً ہر قسم کے پھل ہوتے ہیں خواہ تھوڑی مقدار میں ہی کیوں نہ ہوں۔ سب سے زیادہ فصل گنے کی ہے جو کہ ملک کا اوّل درجہ پر ذریعہ آمدنی ہے۔ دوسرے نمبر پر صنعتیں آتی ہیں اور تیسرا نمبر مچھلی کا ہے جو کہ لوگوں کی من پسند ڈش کے طور پر سال میں ۱۵۰۰ ٹن تک استعمال ہو جاتی ہے۔ مچھلی سے حاصل ہونے والی آمدنی ایک عالمی ریکارڈ ہے۔

ماریشس میں دو قسم کے سانپ ہوتے ہیں پرندے ہر قسم کے موجود ہیں۔ ایک پرندہ DODO کہلاتا تھا اور بہت لذیذ تھا مگر اب نسل کشی کے نتیجہ میں صرف عجائب گھر میں ہی دستیاب ہے۔ ہرن ڈچ لوگوں کے ذریعہ سے یہاں لائے گئے۔ باقی رہے شیر، چیتا اور دوسرے درندے تو وہ یہاں بالکل نہیں پائے جاتے۔

ماریشس کے اکثر لوگ مہاجرین کی نسلیں ہیں آبادی کا تقریباً ۲/۳ حصہ جنوبی اور شمالی ہندوستان سے تعلق رکھتا ہے۔ ۱/۴ CREOLES دکریوئلز ہیں جو افریقن اور یورپین نژاد ہیں اور اکثر عیسائی ہوتے ہیں۔ تقریباً ۳ فیصد چینی نسل سے ہیں جبکہ ۲ فیصد یورپین نژاد ہیں جو زیادہ تر فرانسیسی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں کی زبان CREOLE ہے جو کہ ٹوٹی پھوٹی فرانسیسی کو کہتے ہیں۔ یہاں پانچ ہندوستانی زبانیں، ۲ چینی زبانیں، انگریزی اور فرانسیسی بولی جاتی ہیں۔ جس طرح یہاں پاکستان میں "لیلےٰ مجنوں" کی داستانِ عشق بڑی مشہور ہے اسی طرح کی ایک کہانی ماریشس میں بہت مشہور ہے جس کے کردار PAUL - AND VIRGINIA - ہیں اور یہ کہانی انہی کے ناموں سے موسوم ہے۔

ماہرین کی رائے کے مطابق ۱۹۸۷ء تک ماریشس کی آبادی ایک کروڑ پانچ لاکھ تک پہنچ جائے گی تاہم ابھی تک ایک کروڑ نہیں ہوئی۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے عرب ملاح اور ملائی لوگ MALAYS یہاں پر پہنچے تھے اور نقشے پر جو کہ ۵۰۰ سال پرانے ہیں ایک عربی نام لکھا تھا۔ پہلا یورپین جس نے ماریشس کو دریافت کیا وہ DOMINGO FERNANDES بیان کیا جاتا ہے۔ پھر یہاں پرتگیزی آ گئے اور ۱۵۹۸ء سے ۱۷۱۰ء تک ماریشس پر آباد رہے۔

MAURICE OF NASSAU نے ماریشس کا نام رکھا اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اسے گنا، اون، جنگل اور جانوروں سے ذرائع آمدنی بافراط مہیا کئے

فرانسیسی لوگوں نے ۱۷۱۵ء میں اس جزیرہ پر قبضہ کیا اور ۱۷۶۷ء تک مشرقی ہند کی فرانسیسی کمپنی باہِ دِلا بُردون MAHE DE LA BOURDONNAIS یہاں حکومت کرتی رہی۔ فرانس اور انگلستان کے درمیان ہونیوالی جنگ کے نتیجہ میں انیسویں صدی میں اس جزیرے پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا۔ ان دونوں قوموں کے نفوذ کی وجہ سے یہاں فرانسیسی اور انگریزی زبانیں رائج ہوئیں۔

ماریشس میں جمہوری طرز حکومت رائج ہے ۱۲ مارچ ۱۹۶۸ء کو ماریشس مکمل طور پر آزاد ہوا۔ اور سر سیوساگر رام غلام اسکے پہلے وزیر اعظم بنے۔ جو کہ ۱۹۸۲ء تک حکومت کرتے رہے۔ اب ایک اور ہندو یہاں کے وزیر اعظم ہیں جن کا نام ANEELOOD - JUGHATH - ہے۔

اس کے علاوہ ملکی ضروریات کیلئے چائے کافی، دودھ خوب ہوتا ہے۔ دودھ صرف گائے، بکریوں سے دھویا جاتا ہے۔ بھینسیں یہاں نہیں پائی جاتیں۔ تمباکو، چاول اور گنا بکثرت ہوتا ہے

کہا جاتا ہے کہ دنیا کا کنارہ ماریشس بحرہند کی چابی ہے اور ارضی جنّت کے طور پر معروف ہے پورٹ لوئیس جو کہ ماریشس کا دارالحکومت ہے۔ خوبصورت جگہوں میں شمار ہوتا ہے یہ آدھا پہاڑی سلسلے کی پیٹ میں ہے۔ ماریشس کی دوسری قابل دید جگہوں میں "سات رنگی زمین" ہے جس کی سیاحت ہر سال کئی ہزار لوگ پیسے دے کر کرتے ہیں

ایک اور قابل دید مقام" افلاطون کی چوٹی" ہے جو کہ ۲۰۰۰ فٹ بلند ہے۔ اس پر کھڑے ہو کر پورے جزیرے کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔

ماریشس میں اہلِ جغرافیہ کے نزدیک "زمین کا کنارہ" نامی جگہ بہت قابل دید ہے۔ جہاں انسان ایک قدم آگے بڑھائے یا پیچھے ہٹائے تو اسے TODAY (آج) اور YESTERDAY (گذشتہ کل) سے واسطہ پڑتا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی پیشگوئی

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

خدا کے فضل سے اِس کنارہ تک آپکا پیغام پہنچنے کے نتیجہ میں بڑی شان سے پوری ہو چکی ہے۔

تحریک جدید دفتر اوّل اور خدام الاحمدیہ کی ذمہ داری

تحریک جدید کا دفتر اوّل خدام الاحمدیہ کے ذمّہ ہے اس سلسلہ میں جملہ قائدین کرام سے درخواست ہے کہ وہ دفتر اوّل کے کام کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں اور پانچ ہزاری مجاہدین میں سے جن کے کھاتے بند ہو چکے ہوں انہیں مجاہدین یا ان کے ورثاء سے ملکر دوبارہ جاری کروائیں اور اگر انکا اجراء کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو اسکی اطلاع وکالت مال اوّل تحریک جدید کو جلد از جلد دی جائے۔ جزاکم اللّٰہ تعالیٰ

(مہتمم تحریک جدید خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

ولادت باسعادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۸۵ء کو صبح چھ بجے محترمہ یاسمین احمد صاحبہ اور محترم سلطان مامون خاں صاحب کو پہلا فرزند عطا فرمایا ہے۔ بچے کا نام "احمد حسان" تجویز کیا گیا ہے۔

نومولود محترمہ صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ بنت حضرت فضلِ عمر اور محترم چوہدری ناصر محمد صاحب سیال ابن حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کا نواسہ اور حضرت فضلِ عمر اور حضرت اُمِّ طاہر صاحبہ مرحومہ کا پڑنواسہ ہے۔ نیز محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ بنت حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال اور محترم کرنل سلطان محمد خاں صاحب آف کوٹ فتح خاں ضلع اٹک کا پوتا ہے۔

نومولود حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ کی بھانجی کا بیٹا ہے۔

احبابِ جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بچے کی پیدائش دونوں خاندانوں کے لئے مبارک کرے اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے۔

ادارۂ خالد اس موقع پر حضور کی خدمتِ اقدس میں نیز دونوں خاندانوں کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔

(ادارہ)

ربوہ

۴۵ سالہ خن لیک (KHUN LEK) تھائی لینڈ میں ایک فیکٹری میں کام کرتی تھی۔ ایک دن وہ کام سے واپس گھر لوٹ رہی تھی۔ کہ اچانک اس نے اپنے پاؤں کے نیچے ایک نرم سی چیز محسوس کی، ساتھ ہی اسے شدید درد کا احساس ہوا۔

ایک کالا پتلا سا سانپ تیزی سے سڑک کے کنارے اُگی ہوئی گھاس میں گھس گیا۔ خن لیک کھڑی ہو گئی اس نے جلدی جلدی زخم والی جگہ کو زور سے دبایا تاکہ زہر کی کچھ مقدار نکل جائے اسی دوران وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر مقامی ہسپتال روانہ ہو گئی۔ راستہ میں اس کی بھنویں جھکنی شروع ہو گئیں اور اسکی چھاتی اکڑ گئی۔ ہسپتال پہنچنے تک ایک گھنٹہ گزر گیا وہ اب نہ دیکھ سکتی تھی اور نہ بول سکتی تھی۔

سانپ کاٹنے کے ایسے بے شمار واقعات جنوب مشرقی ایشیا میں ہوتے رہتے ہیں۔ ہر سال چھ ہزار واقعات تو ملائشیا میں ہی رونما ہو جاتے ہیں۔ برما ۱۵ فیصد ریکارڈ کیلئے مشہور ہے۔ موت کی وجوہات میں سانپ کے کاٹنے سے موت چھٹے نمبر پر ہے۔ خوش قسمتی سے جنوب مشرقی ایشیا کے دوسرے ملکوں میں ۹۵٪ لوگ طبی سہولتوں سے بچ جاتے ہیں گو بچ جانیوالے لوگوں کو کافی عرصہ تک تکلیف دہ حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے یہ شدید تکلیف کئی کئی دن اور ہفتوں تک مسلسل ہوتی رہتی ہے

اب ہم خن لیک کے ہسپتال میں پہنچنے کے کے بعد کے واقعات و مراحل کا جائزہ لیتے ہیں۔

اس کے زخم پر بڑے دانت کا نشان تھا۔ ڈاکٹروں نے کوبرا یا کالے ناگ کو پہچان لیا۔ گویا خن لیک کوبرا کا شکار ہوئی تھی۔ اس کیلئے تریاقی ٹیکے کا بندوبست کیا گیا۔ سانس ٹھیک طرح نہیں آرہی تھی اس لئے مصنوعی سانس کا آلہ اسے لگایا گیا۔ تین دن گزرنے کے بعد خن لیک دیکھنے اور سانس لینے کے قابل ہوئی اس کا پاؤں اور ٹانگ ایک ہفتہ تک شدید درد اور سوجن کا شکار رہے۔ پھر اسکو فارغ کر دیا گیا لیکن یہ سخت وقت ابھی گزرا نہیں تھا لہذا اس کے پاؤں کو اچھی طرح باندھ دیا گیا ایک دفعہ پھر اسے جلد کی پیوند کاری کے لیے ہسپتال آنا پڑا۔ کاٹنے کے چھ ہفتہ بعد وہ اس قابل ہوئی کہ دوبارہ کام پر جا سکے۔

جنوب مشرقی ایشیا میں خطرناک اور طاقتور ناگوں کے چار خاندان پائے جاتے ہیں اور ۴۹ قسم

کے زہریلے سانپ عام طور پر اس علاقے میں پائے جاتے ہیں۔ انسان کیلئے ان میں سے ۱۰ قسم کے سانپ بہت زیادہ مہلک ہیں۔ اسی طرح ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ کوئی بھی قسم خطرہ سے خالی نہیں۔ سانپ ہر قسم کے علاقوں میں پائے جاتے ہیں خواہ بے آب و گیاہ زمین ہو یا خشک صحرا۔ سرسبز و شاداب میدان ہوں یا گھنے جنگل۔ پہاڑ ہوں یا ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریا و سمندر۔ یہ ہر جگہ حالات اور موسم کے مطابق موجود ہوں گے۔ انکی کچھ قسمیں انسانی مسکن کے ارد گرد پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح بڑے بڑے شہروں کے مضافات بھی ان کی دسترس سے باہر نہیں۔

ان دس قسم کی انتہائی مہلک قسموں میں کالے ناگوں میں کریٹ (KRAIT) اور وائپرز (VIPERS) یا فر بھی قابلِ ذکر ہیں۔ کوبرا ہر علاقے میں پائے جاتے ہیں۔ اور یہ بہت زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ہوتے ہیں۔

اگرچہ بنیادی لحاظ سے بعض بزدل بھی ہوتے ہیں ان سانپوں کی جس علاقے کے لحاظ سے بہت تیز ہوتی ہے اور یہ اپنے علاقہ کا دفاع بڑی بہادری سے کرتے ہیں۔

کوبرا سانپ گوشت خور ہوتے ہیں۔ اور زیادہ تر انکی خوراک مینڈک اور چوہوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ عموماً انسانی آبادیوں کے ارد گرد پائے جاتے ہیں۔

سانپوں کا بادشاہ کوبرا دنیا کا سب سے زہریلا سانپ ہے۔ اسکی لمبائی بعض اوقات ۱۸ فٹ تک ہوتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ رینگنے والی تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ اور اس کا زہر ۱۲۰ زہریلے انجکشن کے برابر ہوتا ہے۔ اس کے کاٹنے سے موت بہت تھوڑے عرصہ میں ممکن ہے عمل تنفس فیل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جسم اکڑ جاتا ہے۔

شہنشاہ کوبرا مختلف رنگ اختیار کرتا ہے۔ نو عمری میں اس کا رنگ ہلکا ہوتا ہے اور اس کے جسم اور گردن پر دھاریاں ہوتی ہیں جیسے ہی یہ بڑا ہوتا ہے دھاریاں ختم ہو جاتی ہیں صرف گردن پر لمبی لمبی دھاریاں رہ جاتی ہیں اور سارا جسم سیاہ ہو جاتا ہے عام کوبرا بادشاہ کوبرا کی نسبت بہت زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے۔ یہ بھی بہت زیادہ رنگ بدلتا ہے عام طور پر سیاہ اور گہرا براؤن ہوتا ہے اور گردن پنکھے کے پروں کی طرح ہوتی ہے یہ ۶ فٹ تک لمبا ہوتا ہے۔ یہ زمین کے اندر، یا گیلی لکڑیوں کے نیچے یا پتھروں کے نیچے رہتا ہے۔ اس کا کاٹنا اتنا نقصان دہ نہیں ہوتا لیکن اگر کاٹ لے تو نشان بن جاتا ہے اور درد محسوس ہوتا ہے اور بازو اور ٹانگوں کی حرکت کو روک دیتا ہے۔

کریٹ شاذ و نادر کاٹتا ہے لیکن جب یہ کاٹتا ہے تو بہت تکلیف محسوس ہوتی ہے ٹیکہ لگے یا نہ لگے یہ اس جگہ کو فالج زدہ کر دیتا ہے۔ کریٹ خاموش اور بزدل ہوتے ہیں لیکن اچانک حرکت سے

حملہ کرتا ہے۔ ایک تیس سالہ نوجوان اور اسکا باپ اپنے مکان کے صحن میں سو رہے تھے اسکے بیٹے نے محسوس کیا کہ اس کے بازو پر سانپ رینگ رہا ہے اس نے تیزی سے سانپ کو دور اچھال دیا لیکن اس کشمکش میں سانپ دونوں کو کاٹ چکا تھا ان کیلئے سانس لینا مشکل ہوگیا۔ اب وہ نہ کھڑے ہو سکتے تھے اور نہ بول سکتے تھے۔ بوڑھا باپ آدھے گھنٹے بعد مر گیا اور بیٹا کاٹنے کے ۱۵½ گھنٹے بعد اپنے باپ سے جا ملا۔ اس علاقہ میں کریٹ عام طور پر تین قسموں کا پایا جاتا ہے۔ ان کے رنگ مختلف ہوتے ہیں کالی پیلی دھاریاں ان کے جسموں پر ہوتی ہیں دم عموماً چوڑی اور کُند ہوتی ہے۔ دھاریاں کریٹ کی نسل کو پہچاننے میں مدد دیتی ہیں۔ ان کا اصل مسکن یا وطن ویٹ نام، کمبوڈیا، تھائی لینڈ، ملائیشیا، انڈونیشیا اور برما ہے۔ ان کے جسموں پر بہت زیادہ دھاریاں ہوتی ہیں۔ کریٹ مختلف رنگوں میں کالے، نیلے کالے یا سرمئی دھاریوں والے ہوتے ہیں۔ سفید کمر والے کریٹ برما، ویت نام اور کسی قدر لاؤس اور تھائی لینڈ میں پائے جاتے ہیں۔ ملایا کا کریٹ اپنے سائز اور بناوٹ کے لحاظ سے دھاریوں والے کریٹ سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے۔ لیکن رنگوں میں فرق ہوتا ہے۔ انکا جسم تو سفید دھاریوں والا ہوتا ہے لیکن درمیان میں کالے دھبے ہوتے ہیں یہ تھائی لینڈ میں بھی پایا جاتا ہے۔

وائپر (فریبی) یعنی دھوکہ دے کر حملہ کرنے والا۔ یہ زیادہ طاقتور زہر جسم میں داخل کرتا ہے ان کے کان لمبے ہوتے ہیں۔ عام حالات میں لپیٹے رکھتے ہیں۔ وائپر کا زہر عموماً خون اور خون کی نالیوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جسے ہیموٹاکس کہتے ہیں۔ اسی طرح یہ زہر پٹھوں اور دماغ کی نالیوں پر اثر انداز ہوتا ہے جسے نیوروٹاکس کہتے ہیں۔ کاٹنے والی جگہ پر درد اور سوجن محسوس ہوتی ہے۔ اسی طرح انکی دو اور خطرناک قسمیں بھی ہیں۔ مثلاً ملایا کے پٹ وائپرز اور رسلز وائپرز یہ چھوٹے اور بھورے رنگ کے ہوتے ہیں اور ان کے تین سر ہوتے ہیں اور جسم سیاہ اور براؤن نشانوں سے بھرا ہوتا ہے۔ انکا مسکن تھائی لینڈ کمبوڈیا، ویٹ نام اور ملائیشیا کا علاقہ ہے۔ یہ تھوڑی سی ترغیب دلانے پر حملہ کرتے ہیں اور یہ اپنے شکار کو کافی دیر تک اذیت میں مبتلا رکھتے ہیں۔ اگر علاج مہیا نہ کیا جائے تو یہ تکلیف دو سے تین دن تک رہتی ہے اور موت واقع ہو جاتی ہے۔

رسلز وائپر جنوبی برما شمالی تھائی لینڈ اور انڈونیشیا میں پائے جاتے ہیں۔ انکا جسم سخت، رنگ ہلکا براؤن دم لمبی اور بیضوی جسم پر دھبے ہوتے ہیں۔ چھیڑنے پر سخت کنڈل مارتا اور اونچی آواز میں پھنکارتا ہے۔ اس کا حملہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے یہ زمین سے مکمل طور پر اوپر اٹھ جاتا ہے۔

وائپر کی دو اور خطرناک قسمیں جنوب مشرقی ایشیا میں عام ہیں ان میں سفید دانے دار اور پتھریلے رنگ کا پہاڑی سانپ ہے جب یہ کاٹتا ہے تو درد اور سوجن

نمایاں خصوصیت ہے۔ اس سے موت عموماً کم واقع ہوتی ہے۔

اہم احتیاطیں

بھاری بوٹ اور لمبی پتلون پہننے سے سانپ کے کاٹنے کے امکانات کم ہو جاتے ہیں خواہ آپ سانپ والے علاقہ میں ہوں۔ خطرہ سے ہوشیار رہنا چاہیئے مہلک سانپ کافی شکار کیے جاتے ہیں یہ زیادہ تر گرم راتوں کو سرگرم ہوتے ہیں۔ انکو روشنی میں لمبے سونٹے سے آپ ایک ہی وار میں مار لیں۔ جیسے آپ حرکت کریں گے سانپ فرار اختیار کریگا۔

سخت گھاس، گیلی لکڑی کے گٹھوں اور پتھروں پر ہاتھ مت رکھیں۔ سانپ کو کبھی بھی ہاتھ نہ لگائیں خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ جبتک آپ تصدیق نہ کر لیں کہ یہ زہریلا نہیں ہے۔

بعض اوقات لوگ اپنے گھروں کے صحن میں سانپ کا شکار بن جاتے ہیں اس لیے گھاس کو اپنے گھر کے ارد گرد بہت تھوڑا لگایئے۔ اس کو سخت چیز سے دبا دینا چاہیئے۔ دوسری خطرناک چیزوں میں لکڑیوں کے فضول گٹھے، غلاظت کے فضول ڈھیر، مرغیوں کے ڈربے اور پرانے کنوئیں جنہیں نہ ڈھانپا گیا ہو۔ ان چیزوں کو اپنے گھروں سے ہٹا دیجئے کیونکہ سانپ عموماً انہی جگہوں پر رہتا ہے۔ اسی طرح اپنے گھروں کو چوہوں سے صاف رکھیں کیونکہ یہ سانپوں کی خوراک ہیں اور انکو آنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

ٹوٹے ہوئے فرشوں والی عمارتیں سانپوں کا مسکن ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح کمزور دروازوں والی الماریاں بھی سانپوں کی موجودگی کا باعث بن سکتی ہیں۔

کبھی بہت سارے سانپوں کا سامنا کرنا پڑ جائے خاص کر کوبرا کا تو خوف زدہ مت ہوں اور نہ انہیں اندھا دھند مارنے کی کوشش کریں بلکہ بالکل ساکن رہیئے کیونکہ حرکت کرنے سے سانپ آپکی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے اور بہت زیادہ اہم ہے اگر آپ ساکن رہیں گے تو سانپ اس وقت فرار اختیار کریں گے۔ سانپ عام طور پر ترغیب دلائے بغیر حملہ نہیں کرتے اس لئے سانپ کو چھیڑنا نہیں چاہیئے۔ اگر زہریلا سانپ آپکے گھر کے اندر یا باغیچہ میں نظر آئے تو اسے ہلاک کر دیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ آہستہ آہستہ اس تک احتیاط سے پہنچیں اور آپکو یہ یقین ہونا چاہیئے کہ ایک ہی ضرب سے مر جائے گا کیونکہ ایک زخمی سانپ خاص طور پر زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے جیسے جھنڈ سے بچھڑا ہوا بھیڑیا۔

اگر سانپ نے آپکو کاٹا ہے تو پہلے تصدیق کر لیں کہ وہ زہریلا ہے یا نہیں۔ فرض کر لیں کہ وہ زہریلا ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر زخم پر آدھے دائرہ کی صورت میں دانتوں کی قطار ہو تو سانپ زہریلا نہیں ہوتا۔ اگر نشان دو چھوٹے چھوٹے دانتوں کے ہوں جیسا کہ سائیکل کی ٹیوب کے پنکچر کے نشان ہوتے ہیں تو یہ نشانی خطرناک اور زہریلے

سانپ کی ہے۔

البتہ کریٹ اور وائپر کے نشان بمشکل پہچانے جاتے ہیں عام طور پر سانپ کاٹ جائے تو مندرجہ ذیل دو علامات ظاہر ہوتی ہیں۔ کاٹی ہوئی جگہ پر سوجن ہو جاتی ہے اور درد چند منٹوں کے بعد محسوس ہوتا ہے۔ لیکن وہ سانپ جو دماغی اعضاء پر اثر انداز ہوتا ہے اسکا زخم دھبے کی صورت میں ہوتا ہے اور وہ جگہ مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے۔ بعض اوقات یہ علامات ایک دو گھنٹے بعد محسوس ہوتی ہیں۔

عالمی تنظیم صحت اور ریڈ کراس نے مندرجہ ذیل احتیاطیں پیش کی ہیں۔ جب سانپ حملہ کر چکے تو :-

۱۔ مریض کو پر سکون اور پر یقین رکھیے۔ (کیونکہ بہت سارے لوگ صرف خوف سے ہی مر جاتے ہیں)۔

۲۔ زخم کے ارد گرد کے حصہ کو صاف اور خشک کریں تاکہ زہر ارد گرد نہ پھیل جائے۔

۳۔ ۹۵ بز چانس یہی ہوتا ہے کہ سانپ بازو اور ٹانگ پر کاٹتے ہیں۔ ٹانگ اور بازو کو ساکن کر دیں اگر پٹی کیساتھ موٹی سی لکڑی باندھ دیں تو یہ ہنگامی حالات میں بہترین ہے۔ اس طرح زہر سارے جسم میں نہیں پھیلتا۔

۴۔ مریض کو بڑی احتیاط سے قریبی میڈیکل سنٹر میں لے جائیں۔ کمبلوں کا جھولا بنالیں اور پٹی باندھ کر کاٹے ہوئے حصے کو باندھ دیں اس طرح مریض بغیر حرکت کے ہسپتال تک پہنچ جائیگا

۵۔ اگر آپ اکیلے ہیں تو پیدل آہستہ آہستہ چلیں۔ دوڑ مت لگائیں۔

۶۔ زخمی حصہ کو مت چوسیں اور نہ الکوحل پئیں اور نہ روائتی علاج پر یقین کریں۔ کیونکہ یہ طریقے نقصان دہ ہو سکتے ہیں۔

یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ جدید علاج ہی عام طور پر فوری فائدہ مند ثابت ہوتا ہے بعض لوگ تریاقی ٹیکہ لگوانے سے گھبراتے ہیں۔ خاص طور پر علاج کروائیں کوشش کریں کہ سانپ کی شناخت کر لیں اگر یہ ممکن نہ ہو تو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ عموماً ڈاکٹروں کے پاس زیادہ پوٹینسی (POTENCY) والا تریاقی ٹیکہ موجود ہوتا ہے۔ جو سانپ کی شناخت کے بغیر ہی فائدہ مند ہے۔

کوشش کریں کہ سانپ اسی جگہ پر دوبارہ نہ کاٹنے پائے لیکن اگر کسی طرح وہ اسی جگہ کاٹنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو فوری اور مناسب دیکھ بھال والا علاج بیماری کو کم کرتے ہیں مدد دیگا اور ہو سکتا ہے کہ آپکی زندگی بچ جائے۔

سانپ تو ساری دنیا میں موسم اور حالات کے مطابق ملتے ہیں۔ انکی بے شمار قسمیں ہیں۔ یہ جانور بھی خدا کی عجیب اور حیران کر دینے والی قدرت کا کرشمہ ہے۔ خدا کے وجود کا ہر لمحہ احساس دلاتا رہتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو کائنات کا ہر جاندار خواہ کسی نسل کا ہو خدائے واحد و یگانہ کی عظمت

اور شان کا اعلان کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اور عقلمندوں کیلئے بے شمار نشان ایک ایک ذرّہ پر ثبت ہیں۔ بعض اوقات انسان کو بے بسی اور محتاجی نظر آتی ہے۔ لیکن بعض جگہ انسان اسی بے بسی اور محتاجی میں اپنی زندگی کا مقصد پاکر اپنے ربّ حقیقی کے آستانہ پر جاگرتا ہے۔ یہ سب چیزیں انسان کو اس کی حیثیت یاد دلاتی رہتی ہیں اگر انسان اس کے باوجود لاپرواہی کو اپنا شعار بنا لے تو پھر خود ہی اپنے اندر کے زہر کا شکار ہو جاتا ہے پھر تو سانپوں کے زہر کی بھی ضرورت پیش نہیں آتی۔ بلکہ انسان سانپوں سے بھی زیادہ زہریلا ہو جاتا ہے اور اس کے جسم میں غلاظت اور گندگی کے ڈھیر لگ جاتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ جہاں غلاظت اور گندگی کے ڈھیر ہوں وہاں سانپوں کا پایا جانا ضروری ہے اور یوں انسان خود ہی اپنے جسم میں سانپ پال لیتا ہے۔ سانپ پھر اس کے جسم میں آگ لگا دیتے ہیں۔ اور انسان اسی آگ سے اور زہر سے اپنے جسم کو خاکستر کر کے انجام کار اپنے ربّ کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ اور اسکی روح اور جسم دونوں ہلاک ہو جاتے ہیں

خوشخبری ہے ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ اور اپنے وجود کو پاک رکھتے ہیں۔ اور اپنے ربّ کے حضور ایک نہ ختم ہونیوالی زندگی پا جاتے ہیں۔

مطالعہ کے اصول

۰۔ ۱۔ مطالعہ سے پہلے دعا کرنی چاہیئے کہ یا الٰہی میرے آج کے مطالعہ میں جو مفید باتیں ہیں مجھے انکو سمجھنے کی اور انپر عمل کرنے کی توفیق دے۔ اس کے بعد خالی الذہن ہو کر مطالعہ کرنا چاہیئے۔

۰۔ ۲۔ مطالعہ خوب غور اور توجہ سے کرنا چاہیئے

۰۔ ۳۔ مطالعہ کے وقت پین، پنسل اور قلم دوات اور کاپی یا ڈائری یا کاغذ ساتھ رکھنے چاہئیں تاکہ ضروری اور مفید باتیں علیحدہ نوٹ ہو سکیں۔ یا اگر کتاب اپنی ذاتی ہو تو حاشیہ پر نشان لگا دیجئے۔

۰۔ ۴۔ مطالعہ کا ریکارڈ رکھنا چاہیئے تاکہ علم تازہ ہوتا رہے اور پڑھا ہوا یاد رہے۔

۰۔ ۵۔ کسی مسئلہ کے بارے میں صرف ایک ہی کتاب نہیں دیکھنی چاہیئے بلکہ اس موضوع پر جسقدر کتب اور مضمون میسر ہوں سب کا مطالعہ کرنا چاہیئے

۰۔ ۶۔ بیماری کی حالت، پریشانی یا اضطراب کے وقت نیز راہ چلتے عموماً مطالعہ نہیں کرنا چاہیئے

۰۔ ۷۔ کم روشنی میں نہیں پڑھنا چاہیئے۔ کہ اس سے آنکھوں پر بُرا اثر پڑتا ہے اور بینائی کمزور ہو جاتی ہے۔

جناب مرزا نصیر احمد - دارالنصر غربی ربوہ

پاکستان کو جس کھیل نے دنیا میں سب سے زیادہ عزت دلائی وہ پاکستان کا قومی کھیل "ھاکی" ہے - ۱۹۴۸ء لندن اولمپکس سے لیکر ۱۹۸۵ء ایشیا کپ ڈھاکہ تک پاکستان نے اس میدان میں جو جو کامیابیاں حاصل کیں انکی مثال دنیا کا کوئی اَور ملک پیش نہیں کر سکا۔ اولمپکس میں اگر پاکستان نے کسی کھیل میں گولڈ میڈل حاصل کیا ہے تو وہ "ہاکی" ہے۔

دنیائے ہاکی میں پاکستانی ہاکی ٹیم کی کارکردگی کا ایک تفصیلی جائزہ پیش ہے۔

اولمپکس

سال	شہر	ملک	سونے کا تمغہ	چاندی کا تمغہ	کانسی کا تمغہ	پاکستانی کپتان	پاکستانی مینجر
۱۸۹۶		ہاکی	نہیں ہو	سکی			
۱۹۰۴		ہاکی	نہیں ہو	سکی			
۱۹۰۸	لندن	انگلینڈ	انگلینڈ	آئرلینڈ	سکاٹ لینڈ		
۱۹۱۲		ہاکی	نہیں ہو	سکی			
۱۹۲۰	ANTWERP	بیلجیئم	انگلینڈ	ڈنمارک	بیلجیئم		
۱۹۲۴		ہاکی	نہیں	ہوسکی			
۱۹۲۸	امسٹرڈیم	ہالینڈ	بھارت	ہالینڈ	جرمن	بھارت نے پہلی بار شرکت کی	
۱۹۳۲	لاس اینجلز	امریکہ	”	جاپان	امریکہ		
۱۹۳۶	برلن	جرمنی	”	جرمنی	ہالینڈ		

اولمپکس پاکستان کی شمولیت کے بعد

سال	شہر	ملک	سونے کا تمغہ	چاندی کا تمغہ	کانسی کا تمغہ	پاکستانی کپتان	پاکستانی مینجر	
۱۹۴۸	لندن	انگلینڈ	انڈیا	انگلینڈ	ہالینڈ	دارا شاہ	بشیر علی شیخ	پاکستان ۴ پر رہا
۱۹۵۲	ہلسنکی	فنلینڈ	〃	ہالینڈ	انگلینڈ	ایم نیاز خان	〃	〃 〃 〃
۱۹۵۶	ملبورن	آسٹریلیا	〃	پاکستان	جرمنی	عبدالحمید	میاں ریاض الدین	
۱۹۶۰	روم	اٹلی	پاکستان	انڈیا	سپین	〃	دارا شاہ	
۱۹۶۴	ٹوکیو	جاپان	انڈیا	پاکستان	〃	محمد حسین عاطف	〃	
۱۹۶۸	میکسیکو شہر	میکسیکو	پاکستان	آسٹریلیا	انڈیا	طارق عزیز	محمد حسین عاطف	
۱۹۷۲	میونخ	جرمنی	جرمنی	پاکستان	〃	اسد ملک	چوہدری غلام رسول	
۱۹۷۶	منٹریال	کینیڈا	نیوزی لینڈ	اسٹریلیا	پاکستان	عبدالرشید	محمد حسین عاطف	
۱۹۸۰	ماسکو	روس	انڈیا	سپین	روس	(پاکستان، ہالینڈ،	جرمنی، اسٹریلیا	نے بائیکاٹ کیا)
۱۹۸۴	لاس اینجلز	امریکہ	پاکستان	جرمنی	انگلینڈ	منظور جونیئر	محمد حسین عاطف	

ورلڈ کپ

سال	شہر	ملک	سونے کا تمغہ	چاندی کا تمغہ	کانسی کا تمغہ	پاکستانی کپتان	پاکستانی مینجر
۱۹۷۱	بارسلونا	اسپین	پاکستان	سپین	انڈیا	خالد محمود	کرنل ظفری
۱۹۷۳	امسٹرڈیم	ہالینڈ	ہالینڈ	انڈیا	جرمنی	〃	عبدالحمید
۱۹۷۵	کوالالمپور	ملائشیا	انڈیا	پاکستان	ملائشیا	اصلاح الدین	انوار احمد خان
۱۹۷۸	بیونس آئرس	ارجینٹینا	پاکستان	ہالینڈ	آسٹریلیا	〃	عبدالوحید خان
۱۹۸۲	بمبئی	انڈیا	〃	جرمنی	〃	اختر رسول	محمد حسین عاطف

ایشین گیمز

سال	شہر	ملک	سونے کا تمغہ	چاندی کا تمغہ	کانسی کا تمغہ	پاکستانی کپتان	پاکستانی مینجر
۱۹۵۸	ٹوکیو	جاپان	پاکستان	انڈیا	جنوبی کوریا	عبدالحمید	آئی اے عباسی
۱۹۶۲	جکارتہ	انڈونیشیا	〃	〃	جاپان	محمد حسین عاطف	دارا شاہ
۱۹۶۶	بنکاک	تھائی لینڈ	انڈیا	پاکستان	〃	منیر ڈار	عبدالحمید
۱۹۷۰	〃	〃	پاکستان	انڈیا	ملائشیا	خالد محمود	〃
۱۹۷۴	تہران	ایران	〃	〃	〃	عبدالرشید	ارشد چوہدری

سال	شہر	ملک	سونے کا تمغہ	چاندی کا تمغہ	کانسی کا تمغہ	پاکستانی کپتان	پاکستانی مینجر
۱۹۷۸	بنکاک	تھائی لینڈ	پاکستان	انڈیا	ملائشیا	اصلاح الدین	عبدالوحید خان
۱۹۸۲	دہلی	انڈیا	"	"	"	سمیع اللہ	خالد محمود

چیمپئن ٹرافی

سال	شہر	ملک	سونے کا تمغہ	چاندی کا تمغہ	کانسی کا تمغہ	پاکستانی کپتان	پاکستانی مینجر
۱۹۷۹	لاہور	پاکستان	پاکستان	آسٹریلیا	سپین	اصلاح الدین	عبدالوحید خان
۱۹۸۰	کراچی	"	"	جرمنی	آسٹریلیا	منور الزماں	خالد محمود
۱۹۸۱	"	"	ہالینڈ	آسٹریلیا	جرمنی	اختر رسول	طارق عزیز
۱۹۸۲	امسٹرڈم	ہالینڈ	"	"	انڈیا	سمیع اللہ	ذکاء الدین
۱۹۸۳	کراچی	پاکستان	آسٹریلیا			"	"
۱۹۸۴	"	"	"	پاکستان	انگلینڈ	منظور جونیئر	"

ایشیا کپ

سال	شہر	ملک	سونے کا تمغہ	چاندی کا تمغہ	کانسی کا تمغہ	پاکستانی کپتان	پاکستانی مینجر
۱۹۸۲	کراچی	پاکستان	پاکستان	انڈیا	چین	سمیع اللہ	ذکاء الدین
۱۹۸۵	ڈھاکہ	بنگلہ دیش	"	"	کوریا	حنیف خان	عبدالوحید

بقیہ:- زہے خلقِ کامل زہے حسنِ تام

(صہ ۹ سے آگے)

جب آپؐ اسی شہر میں ایک عظیم فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو آپؐ نے عام فاتحین کیطرح شہر کی گلیوں کو خون کی ندیاں نہیں بنایا۔ بلکہ اپنے جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کو

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

کی نوید سناتے ہوئے معاف فرما دیا۔ سچ ہے

محمدؐ عربی بادشاہ ہر دو سرا
کرے ہے روحِ قدس جسکے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اسکی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اسوۂ محمدیؐ پر عمل کرتے ہوئے صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ہی موت نصیب فرمائے۔ (آمین)

ولادت باسعادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۸۵ء کو مکرم کیپٹن ڈاکٹر ظہیر الدین منصور احمد صاحب مہتمم اصلاح و ارشاد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کو پہلا فرزند عطا فرمایا ہے۔

حضور نے ازراہِ شفقت نومولود کا نام احیاء الدین احمد تجویز فرمایا ہے۔

نومولود محترم میاں عبدالرحیم احمد صاحب اور محترمہ صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ بنت حضرت فضلِ عمر کا پوتا اور محترم سیّد عبداللہ شاہ صاحب کا نواسہ ہے۔

احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو لمبی زندگی دے خادمِ دین بنائے اور والدین کے لئے قرۃ العین ہو۔ آمین

ادارۂ خالد حضور کی خدمتِ اقدس میں نیز دونوں خاندانوں کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔

(ادارہ)

مرسلہ: عبدالناصر منصور۔ ربوہ

مرنے پہ دِل نہیں چاہتا

حضرت فضل عمر۔ فرماتے ہیں:-

"جب مَیں کشمیر گیا تو وہاں ایک ایم۔ اے مجھے ملنے کے لئے آئے اور کہنے لگے مَیں خدا کو تو نہیں مانتا لیکن اگر کوئی خدا ہے تو اُس نے ہمیں دُنیا میں پیدا کر کے خواہ مخواہ مصیبت میں ڈال دیا۔ ہم نے کب اُس سے کہا تھا کہ آپ ہمیں پیدا کر کے دُنیا میں بھیج دو۔ مَیں نے کہا اگر دُنیا کی زندگی مصیبت ہے اور آپ اس مصیبت سے نکلنا چاہتے ہیں تو یہ کونسی مشکل بات ہے زہر کھا لو اور مر جاؤ۔ کہنے لگے یہ بھی تو نہیں ہو سکتا مرنے کو دل نہیں چاہتا۔ مَیں نے کہا اس کا تو یہ مطلب ہؤا کہ آپ دُنیا کی زندگی کو اچھا سمجھتے ہیں اور صرف مُنہ سے اس کی بُرائی بیان کرتے ہیں۔ غرض اللہ تعالےٰ نے زمین کو انسان کے لئے قرار کی جگہ بنایا ہے۔ ہندو کہتے ہیں دُنیا مصیبت کی جگہ ہے مگر جب بیمار ہوں تو ڈاکٹروں کو سب سے زیادہ فیس وہی دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے مُنہ سے جتنا چاہو کہو کہ دُنیا مصیبت کی جگہ ہے لیکن یہاں سے تم ہلنا نہیں چاہتے کیونکہ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے اس زمین کو قرارگاہ قرار دیا ہے۔"

(فضائل القرآن صفحہ ۹۰،۹۱)

سچّی اطاعت اور خوشامد

"بُو علی سینا کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ایک دفعہ اپنے شاگردوں کو ایک کتاب پڑھا رہے تھے۔ پڑھتے پڑھتے ایک شاگرد نے کہا کہ آپ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑھ کر ہیں۔ بُو علی سینا مومن آدمی تھے مگر علم النفس کے ماہر تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ ممکن ہے اس وقت اگر مَیں اسے سمجھاؤں تو اس کی سمجھ میں بات نہ آئے اور یہ ضد میں اَور گمراہ ہو جائے اِس لئے چُپ رہے لیکن ایک دن جب کہ سردی کا موسم تھا اور تالاب کا پانی سخت سردی سے جما ہؤا تھا انہوں نے اس شاگرد سے کہا کہ کپڑے اُتارو اور تالاب میں کُود پڑو۔ اُس نے کہا آپ یہ

کیسی احمقانہ بات کر رہے ہیں کیا میں پانی میں کُود کر مرجاؤں؟ انہوں نے کہا اُس دن تم مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی بڑا کہہ رہے تھے اور آج اتنی بات بھی نہیں مانتے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو وہ تھے کہ آپؐ کے ماننے والوں نے کبھی نہ کہا کہ ہم مر جائیں گے بلکہ آپؐ جو کچھ کہتے فوراً اُس پر عمل کرتے خواہ موت سامنے نظر آتی اور خوشی خوشی آپؐ کے لئے جانیں دے دیتے۔"

(فضائل القرآن صفحہ ۲۹۴)

سلطنت کی قیمت

ایک دن ابنِ سماک خلیفہ ہارون الرشید کے پاس بیٹھے تھے۔ خلیفہ کو پیاس لگی پانی مانگا۔ ابنِ سماک نے پانی کا پیالہ پکڑ کر کہا "امیر المؤمنین پہلے یہ بتائیے کہ اگر آپ کو پانی نہ ملے تو آپ شدّتِ پیاس میں ایک پیالہ پانی کی قیمت کیا دیں گے؟" ہارون الرشید نے کہا "آدھی سلطنت دیدوں گا۔"

ابنِ سماک نے کہا "لیجئے اب پانی پی لیں۔" خلیفہ نے پانی پیا۔ ابنِ سماک نے پھر پوچھا "امیر المؤمنین اگر یہ پانی آپ کے پیٹ میں رہ جائے اور باہر نہ نکلے تو آپ اسے نکلوانے کے لئے کتنی رقم دیں گے؟"

خلیفہ نے کہا "باقی تمام سلطنت دے دوں گا۔"

ابنِ سماک نے فوراً کہا "بس یہ سمجھ لیں کہ آپ کا ملک ایک گھونٹ پانی اور چند قطرے پیشاب کی قیمت رکھتا ہے اِس لئے اپنی حکومت پر کبھی تکبّر نہ کرنا۔" یہ بات سُنکر ہارون الرشید دیر تک روتا رہا۔

راستہ

مسٹر چرچل جن دنوں پارلیمنٹ کے رکن تھے ان دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک دن وہ ایک راستے سے گذر رہے تھے راستے میں کیچڑ تھا اور صرف ایک آدمی گذر سکتا تھا۔ اتفاق سے آگے سے ایک اور پارلیمنٹ کا رُکن گذر رہا تھا (جس کی چرچل سے لگتی تھی) اس نے چرچل کو دیکھ کر کہا "مَیں کبھی گدھے کو راستہ نہیں دیتا۔" "لیکن مَیں دے دیتا ہوں۔" مسٹر چرچل نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

معیارِ اخلاق

آئن سٹائن کے نزدیک ہر شخص کی وجاہت اور خوبصورت لباس کوئی چیز نہیں اصل چیز وہ گفتگو ہے جو انسان اپنی زبان سے کرتا ہے اور گفتگو کرنے کا سلیقہ وہ عظیم الفاظ ہیں جو وہ اپنے مُنہ سے نکالتا ہے۔ یہی الفاظ کسی شخص کے بلند یا پست ہونے کا پتہ دیتے ہیں اور یہی سلیقہ کسی انسان کی ترجمانی کرتا ہے بذاتِ خود شخصی وجاہت کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ ظاہری انسان کے اندر چُھپے ہوئے اصل انسان کے متعلق ہمیں کسی قسم کی معلومات نہیں۔ گفتگو اور الفاظ کا دوسرا نام اخلاق ہے۔ اچھی گفتگو اچھے اخلاق اور بُری گفتگو بُرے اخلاق کی ضمانت ہے۔

ایک اندازے کے مطابق دنیا میں ہر روز پانچ سو بتیس آدمی ڈوب کر مرجاتے ہیں جن میں اکثر پیراک ہوتے ہیں۔ پیراکی کی تعلیم ضروری ہے۔ اکثر شہروں اور قصبوں میں جابجا ایسے کلب ہوتے ہیں جہاں پیراکی سکھائی جاتی ہے۔ لیکن آجکل زندگی کچھ ایسی مصروف ہوگئی ہے کہ ہم میں سے بیشتر لوگوں کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ وہ سکول میں جاکر پیراکی کی تعلیم حاصل کریں۔ ذیل میں چند ایسے اصول بتاتے ہیں جن کی مدد سے ایک نوآموز شخص بھی ضرورت پڑنے پر تیر سکتا ہے :-

۱۔ سانس اوپر کھینچیے اور اپنے سر کو فوراً ہی پانی میں آگے کی طرف بڑھائیے یہاں تک کہ آپ کی ٹھوڑی پیشانی سے جا لگے۔ سارے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیں اور ہاتھوں کو لٹکنے دیں۔ اگر آپ کچھ موٹے ہیں، تو آپ یہ محسوس کریں گے کہ کولہے اوپر کی طرف اٹھ رہے ہیں۔ ناک کے ذریعے سانس باہر نکالیں اس طرح آپ کا جسم عمودی شکل اختیار کرے گا۔ کچھ دیر آرام کریں۔ آپ کے سر کی پشت چند انچ پانی سے باہر نکلی رہے گی۔

۲۔ چند سیکنڈ کے بعد جب آپ سانس لینا چاہیں۔ آپ اپنے ہاتھوں کو آرام سے اپنے سر کے سامنے لے جائیں اور گھٹنا چھاتی تک اٹھائیں اور پھر ایک پاؤں آگے کی طرف پھیلا دیں اسی طرح دوسرا پاؤں، جو آپکی پچھلی طرف تھا۔ اسے بھی آگے لے آئیں۔ آرام اور آہستگی سے اپنے آپکو ہلائیں تاکہ آپ کا سر پانی پر تیرتا رہے۔

۳۔ جلدی سے اپنا سر اوپر اٹھائیں اور ٹھوڑی تک لاکر آہستگی سے چھوڑ دیں۔ ناک کے ذریعے سانس لیں۔

۴۔ ناک سے سانس لینا بند کر دیں اور سانس لینے کیلئے اپنا منہ کھول دیں۔ جب آپ سانس لے رہے ہوں تو اپنے منہ کو پانی سے اونچا رکھنے کیلئے اپنی دونوں مٹھیوں کو اوپر کی طرف اٹھائیں اور دونوں پیروں کو پانی میں نیچے لے جائیں۔ طاقت سے اپنے آپ کو مت ہلائیں ورنہ آپ کے مونڈھے پانی کے تلاطم کو برداشت نہ کر سکیں گے۔ آپکو سو فیصد سانس لینے کی ضرورت نہیں، بلکہ یہ ایک تجربہ ہے کہ آپ کو کتنا سانس لینا درکار ہے۔

۵۔ منہ سے سانس لینے کے بعد اسے بند کریں اور اپنے سر کو چھاتی کی طرف لیجائیں اور اپنے

ہاتھوں کو گھٹنوں پر ٹیک دیں۔ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیں۔ یہ عمل بالکل ایسا ہی ہے جیسے نمبر ۱ میں بتایا گیا ہے اگر آپکا جسم پانی کی بالائی سطح سے نیچے جاتا دکھائی دے تو سمجھ لیجئے آپ نے اپنے ہاتھوں کو پانی کے اندر فوراً نہیں گرایا۔ اگر آپ کو پھر سانس لینا ہو تو مشق نمبر ۱، ۲، ۳، ۴ اور ۵ پر دوبارہ عمل کریں۔ اگر پانی کے اندر آپ اپنی چھاتی کو گھٹتا ہوا محسوس کریں۔ تو جان لیجئے کہ آپ یا تو زیادہ دیر تک آرام کرتے رہے ہیں یا آپ نے گہرا سانس نہیں لیا۔ بار بار مشق کرنے سے آپ ایسی باتوں کو دور کر سکتے ہیں۔

پانی میں سفر کرنے کیلئے درج ذیل باتوں کو ذہن میں رکھیں:

۱۔ لمبا سانس لیں اور اپنے آپکو پانی میں عموداً نیچے لے جائیں جونہی آپ کا سر پانی کے اندر جائے، ہاتھوں کو چپوؤں کی مانند ہلانا شروع کر دیں۔ اس طرح آپ گہرے پانی میں نہیں جائیں گے۔

۲۔ پانی میں منہ کے بل جھک جائیں اور ہاتھ پیشانی پر رکھیں اور قینچی کی طرح اپنی ٹانگیں کر لیں جہاں تک ممکن ہو آپکی دائیں ٹانگ اونچی رہے۔ اس عمل سے آپکا جسم افقی حالت میں رہے گا۔

۳۔ اپنے بازوؤں کو آگے کی طرف پھیلا دیں اور ہاتھ بھی اسی طرح پر۔ اب ٹانگوں کی قینچی کو چپوؤں کی طرح ہلائیں۔

۴۔ چپوؤں کی طرح ہلاتے رہنے کے بعد جونہی آپ کے پاؤں اکٹھے ہوں، اپنے بازوؤں کو آگے پیچھے ہلائیں اور اپنی رانوں تک لاکر چھوڑ دیں۔ اب نرمی سے حرکت کریں۔

۵۔ اسی طریقے پر جب آپ آگے پیچھے ہوں اور آپ کے ہاتھ رانوں پر رکھے ہوئے ہوں تو اپنے جسم کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دیں اور ناک کے ذریعے سانس لینا شروع کر دیں۔

۶۔ جب آپ دوبارہ سانس لینے کیلئے تیار ہوں تو اپنے آپکو عمودی حالت میں لانا شروع کریں۔ کمر کو ذرا جھکا دیں۔ دونوں گھٹنے چھاتی کی طرف لائیں۔ اور اپنے ہاتھ سر کی طرف اٹھائیں۔

۷۔ جھولنا جاری رکھیں۔ ایک ٹانگ اپنے سامنے رکھیں، دوسرا گھٹنا اس کے اوپر ہو اور اپنے بازوؤں کو اپنے سر کے سامنے اس طرح کر لیں کہ کلائی سے کہنی تک بازو آپس میں اکٹھے اور ہتھیلیاں باہر کی طرف ہوں

۸۔ اب آپ مزید ہوا لینے کے قابل ہیں۔ ٹانگوں کی قینچی کو کھول دیں تاکہ بآسانی اوپر آسکیں اور آہستہ آہستہ سر اوپر اٹھانا شروع کر دیں۔ مگر سر اسوقت تک اوپر نہ اٹھائیں جب تک آپکی کمر عمودی شکل میں نہ آ جائے۔

۹۔ سر کو اونچا رکھنے کیلئے ہاتھ کی ہتھیلیوں کو آہستگی سے چپو کی طرح اوپر نیچے اٹھائیں اور آرام سے پیروں کو اکٹھا کر لیں۔ اگر تھوڑا بہت پانی آپ کے منہ میں آجائے۔ تو پانی کے اندر ہی ہونٹ بھینچ کر اسے باہر نکال دیں

(بشکریہ اردو ڈائجسٹ مارچ ۱۹۶۶ء)

مرتبہ:- عبدالخالق ناصر حیدرآباد

اس عنوان کے تحت ہم ملک ملک کی تازہ ترین دلچسپ خبروں اور واقعات وعجائبات کا انتخاب پیش کیا کریں گے۔ آپ کی نظر سے کوئی ایسی خبر گزرے یا آپ کے اپنے علاقے میں اس قسم کا کوئی واقعہ پیش آئے تو ہمیں تحریر کیجئے۔ خبر مطبوعہ ہو تو اسکا حوالہ ضرور لکھیئے (ادارہ)

• وقت بدل گیا۔

مشرقی اور مغربی یورپ میں ۳۱ مارچ سے گھڑیاں ایک گھنٹہ آگے کر دی گئیں اس طرح یورپی قوموں نے موسم گرما کے اوقات اختیار کر لئے روس میں یکم اپریل کے روز وقت تبدیل ہو گیا۔ امریکہ اور کینیڈا اپریل کے اختتام پر وقت بدلیں گے قانونی طور پر گرین ویچ میں ٹائم کے حساب سے ایک بجے رات دو بجائے گئے۔ اس طرح برّاعظم یورپ گرینیچ ٹائم سے دو گھنٹے اور برطانیہ ایک گھنٹہ آگے ہو گیا۔ آئس لینڈ اپنا وقت تبدیل نہیں کرتا امریکہ اور برطانیہ ۲۸ اپریل سے گھڑیاں ایک گھنٹہ آگے کرتے ہیں ایشیا افریقہ اور لاطینی امریکہ میں گھڑیوں کو آگے پیچھے کرنے کا رواج نہیں ہے ایک فرانسیسی اخبار کے مطابق موسم سرما کے اوقات یورپ میں ۲۹ ستمبر سے تبدیل کئے جاتے ہیں اور گھڑیاں ایک گھنٹہ پیچھے کر دی جاتی برطانیہ، آئرلینڈ، امریکہ اور کینیڈا میں یہ کام ۲۷ اکتوبر کو اور روس میں یکم اکتوبر کو ہوتا ہے۔

• ناول پر سب سے بڑا انعام

پیرس۔ ناول پر دنیا کا سب سے بڑا انعام پچاس ہزار پاؤنڈ پیرا کے ناول نگار ماریو ورگاس لاسا کو ان کے ناول "دنیا کے خاتمے کی جنگ" پر دیا گیا انعام کی اس رقم کا اہتمام برونی کے سلطان نے کیا ہے

• ڈیجیٹل ڈکشنری کی تیاری

بھارت میں ایک ایسی ڈیجیٹل ڈکشنری تیار کی جا رہی ہے جس سے دنیا کی ایک زبان کا کسی بھی دوسری زبان میں کمپیوٹر کے ذریعہ ترجمہ کرتے میں مدد ملے گی بھارت کا محکمہ الیکٹرانکس یہ ڈکشنری تیار کر رہا ہے۔

• ڈیڑھ لاکھ موتیوں سے تصویر کی تیاری

ٹنڈو الہ یار کے مصور اشتیاق احمد نے اومان کے سلطان قابوس بن سعید کی تصویر موتیوں کی مدد سے تیار کی ہے اس نے ۹ گھنٹے روزانہ کام کر کے اسے ۸ ماہ میں مکمل کیا ہے تصویر کا وزن ۵ کلوگرام ہے اس کے ۳۲ رنگ ہیں اسے مکمل کرنے کیلئے ایک لاکھ ۴۵ ہزار موتی استعمال کئے۔

قیمتی خزانے کی دریافت

چین کے پہلے شہنشاہ کے مزار پر تحقیق کرنے والے ماہرین آثارِ قدیمہ نے خیال ظاہر کیا ہے کہ اس کے مزار کے ارد گرد کے بہت سے گوشے ابھی پوشیدہ ہیں اور اسمیں انتہائی قیمتی قدیم نوادرات کا ایک خزانہ چھپا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ مزار کے ارد گرد کھدائی کے دوران انہوں نے تین قبریں دریافت کی ہیں جن میں غلاموں، وزراء، گھوڑوں، جانوروں اور پرندوں کے ڈھانچے، تانبے کی مہریں، چاندی اور سونے کے سکے برآمد ہوئے ہیں تاریخ دان اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ شہنشاہ کن شی ہانگ کے مزار کو اس کے انتقال کے فوراً بعد ایک بغاوت کے دوران لوٹ لیا گیا تھا مگر ماہرین آثارِ قدیمہ کے مطابق وہ اب یہ کہہ سکتے ہیں کہ تاریخ دانوں کا یہ خیال غلط ہے اور قدیم دارالحکومت شیان کے قریب واقع مزار اسی حالت میں ہے جس میں اسے چھوڑا گیا تھا۔ کن شی ہانگ ۲۵۹ ق م میں پیدا ہوئے تھے اور ۲۱۰ ق م میں ان کا انتقال ہو گیا شہنشاہ کن نے ۲۲۱ ق م میں چین کو متحد کیا۔ نیو چائنا نیوز ایجنسی کے مطابق ماہرین نے مزار کے گرد کوئی چالیس ہزار خندقیں کھودی ہیں تاہم ابھی تک مزار کی اصل عمارت کو نہیں چھیڑا گیا ماہرین کیمطابق مزار کے گرد ایک وسیع زیرِ زمین شہر موجود ہے جو تقریباً دس مربع میل پر پھیلا ہوا ہے یہ بات کئی سالوں تک زیر بحث رہی ہے کہ آیا یہ مزار لوٹا جا چکا ہے یا محفوظ اور ان چھوا ہے۔ کھدائی کے دوران شہنشاہ کے محل تک جانیوالے زیرِ زمین راستے بھی ملے ہیں اور خیال ہے کہ شہنشاہ کی اصل قبر کو ایسا ہی کوئی راستہ جاتا ہے۔ دو مقامات پر ایسے شواہد ملے ہیں کہ محل میں داخل ہونے کی کوشش کی گئی مگر ماہرین نے شواہد کے حوالے سے بتایا ہے کہ مقبرے کے اندر داخل ہونے کا کوئی راستہ نکالنے میں ناکام رہے۔ روزنامہ "چائنہ" کے مطابق مجوزہ خزانوں کی تلاش کیلئے حکومت کی جانب سے وسیع پیمانے پر سرمایہ کاری کی ضرورت ہوگی۔

ایف ۱۶ طیاروں کے مڑتے وقت پائلٹ بیہوش ہو سکتا ہے۔

ایف ۱۶ طیارہ انتہائی تیز سپیڈ پر اتنی تیزی کے ساتھ مڑ سکتا ہے کہ مرکز مائل اور مرکز مخالف قوتوں میں ناقابلِ برداشت حد تک اضافہ ہو جاتا ہے جس سے طیارے کا پائلٹ بے حس ہو جاتا ہے۔ ایف ۱۶ طیاروں کے حالیہ چار حادثات کی وجہ بھی یہی بتائی گئی ہے۔ امریکی فضائی افواج کے حکام کے مطابق ایف ۱۶ طیارہ اتنی تیزی کے ساتھ مڑنے کے قابل ہے کہ اس پر اثر انداز ہونیوالی قوتیں کششِ ثقل کی قوت "جی فورس" سے بارہ گنا تک پہنچ جاتی ہے۔ جس سے پائلٹ کے دماغ سے خون نچڑ جاتا ہے اور وہ بے حس اور بے جان ہو جاتا ہے۔ امریکہ کے فائٹر کمانڈ کے چیف کے مطابق زیادہ تر پائلٹ کششِ ثقل سے ۹ گنا زیادہ قوت کو برداشت کر سکتے ہیں۔ تاہم وہ بھی زیادہ دیر تک نہیں جبکہ ایف ۱۶ طیارہ کششِ ثقل سے بارہ گنا تک مرکز مائل اور مرکز مخالف قوت پیدا کر سکتا ہے۔

☆

انشائیہ

جناب محمد رفیع رضا - ربوہ

لوگ کہتے ہیں کہ کھانسنے کا محرّک جسم ہے۔ ہمارے نزدیک کھانسنا مکمّل طور پر ایک رُوحانی تجربہ ہے۔ کھانسی کی ایک دنی قسم کھنکارنا ہے۔ اس لئے کھنکارنے میں وہ لُطف ناپید ہے جو کھانسنے میں محسوس ہوتا ہے!۔

ٹی۔ بی ہسپتالوں کے باہر بیٹھے پیلے پیلے جسموں والے مریضوں کے متعلّق مشہور ہے کہ وہ کھانسنے کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ جب کھانستے ہیں تو سارا عالم اُن کے ساتھ کھانستا ہے۔ یہ الگ بات کہ رُوحانی شنوائی سے محروم لوگ ان کے کھانسنے کو محسوس نہیں کر پاتے۔

حیوانِ ناطق کی طرح اور بھی کچھ حیوان کھانستے ہیں۔ پرندے البتہ اس دلچسپ کیفیّت سے محروم دکھائی دیتے ہیں۔

کھانستا ہُوا آدمی یہ بات فراموش کر دیتا ہے کہ اُس کے کھانسنے سے اُس کے جسم پر کیا اثرات مرتّب ہو رہے ہیں۔ وہ تو بس فطرت کا ساتھ دینا چاہتا ہے۔ فطرتاً کھانسنے والے مظاہر میں بادل، پہاڑ اور زمین بھی شامل ہیں۔ بادل کا کھانسنا عرفِ عام میں "گرجنا" کہلاتا ہے۔ زمین کا کھانسنا سب کھانسنے والوں میں خطرناک ترین کھانسنا ہے۔ اس کے کھانسنے کو "زلزلہ" کہا جاتا ہے۔ حضرتِ انسان نے چھوٹے بموں سے لے کر ایٹم بم اور اس سے بھی خطرناک محرّکات تیار کر لئے ہیں جو زمین کو شدید طور سے کھانسنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔

ہمارے ہاں پانی کے نل بھی کھانستے ہیں۔ پانی تھوڑی دیر آتا ہے اور کھانسی بہت دیر تک ——— ایسے میں اور تو کیا کیا جا سکتا ہے سوائے اس کے کہ آپ بھی اُن کے ساتھ کھانسنا شروع کر دیں۔

انسان ہمیشہ سے آرام و سکون کا متلاشی رہا ہے۔ اس لئے اسے زمین کا کھانسنا بالکل پسند نہیں۔ اگر کبھی ایسا موقع آ جائے تو خلقِ خدا سجدوں میں گر جاتی ہے اور اپنے گناہوں کی معافی کے لئے گڑگڑاتی ہے۔ یہ گڑگڑانے اور سجدہ کرنے کا فعل بالکل اُس چینی یا میٹھی چیز کی طرح ہے جو ایک کھانستے والے مریض کے مُنہ میں کھانسی کا دورہ روکنے کے لئے ڈال دی جاتی ہے۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ کھانسنا حقیقتاً ایک فطری عمل ہے کیونکہ فطرت کی بیشتر چیزیں ہمیں کھانستی دکھائی دیتی ہیں یا اُن کے کھانسنے کا ہمیں احساس ہوتا ہے۔ اگر ہم اس دلچسپ کیفیّت سے محروم ہیں تو ہمیں اپنی فکر کرنی چاہیئے۔ کہیں ہم گونگے، بہرے اور اندھے تو نہیں؟!

خالد کی قلمی اعانت سب خدّام کا فرض ہے

اپنی معلومات بڑھائیے

مشہود احمد ظفر
لاہور

● فیوز وائر کا کیا مطلب ہے؟ فیوز وائر کی جگہ موٹی یا سخت تار کیوں نہیں لگانی چاہیئے؟

فیوز وائر وہ تار ہے جس میں سے گزر کر بجلی مکان میں داخل ہوتی ہے۔ یہ تار زیادہ حرارت پاکر فوراً پگھل جاتی ہے اور بجلی کا تمام سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ اگر مکان کے اندر ڈوری جس میں دو تار ہوتے ہیں کہیں سے کٹ جائے اور یہ دونوں تار مثبت اور منفی (پازیٹو اور نیگیٹو) مل جائیں تو ایک شعلہ سا نکلے گا اور بجلی بند ہو جائے گی۔ اس طرح مکان جلنے سے بچ جاتا ہے۔ اگر بجلی کا دباؤ یا وولٹیج کسی جگہ مقررہ حدود سے بڑھ جائے یا کوئی اور گڑبڑ ہو تو فیوز وائر پگھل جائے گی اور بجلی کا تمام سلسلہ بند ہو جائے گا۔ اگر فیوز وائر کسی سخت دھات کے موٹے تار یا کئی تاروں کو آپس میں ملا کر لگا دیں تو حادثے کے وقت فیوز نہیں پگھلے گا اس صورت میں مکان کو یا استعمال کرنے والوں کو نقصان پہنچے گا۔

● کیا وجہ ہے کہ بعض چیزیں ہمیں سُرخ دکھائی دیتی ہیں بعض سفید اور بعض سیاہ؟

دراصل سفید شعاعیں سات رنگوں (یعنی نیلا، اودا، سبز، بنفشی، زرد، سُرخ، نارنجی) کا مجموعہ ہیں۔ یہ بات قوسِ قزح سے واضح ہو جاتی ہے سُورج کی کرنیں فضا میں بارش کے پانی کے چھوٹے چھوٹے قطروں سے گزرتی ہیں تو ان سات رنگوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔

مختلف اشیاء کا یہ خاصہ ہے کہ وہ بعض رنگوں کو جذب کر لیتی ہیں بعض کو نہیں۔ جب سفید روشنی مختلف چیزوں پر پڑتی ہے تو ان سات رنگوں میں سے کچھ رنگ تو ان میں جذب ہو جاتے ہیں اور کچھ منعکس ہو کر ہماری آنکھوں تک آتے ہیں پھول جو سُرخ دکھائی دیتے ہیں ان میں یہ خاصیت ہوتی ہے کہ سُرخ رنگ کے علاوہ باقی چھ رنگ جذب کر لیتے ہیں سُرخ رنگ جذب نہیں ہوتا۔ سُرخ رنگ کی شعاعیں منعکس ہو کر دیکھنے والے کی آنکھوں میں داخل ہوتی ہیں پس وہ سُرخ دکھائی دیتے ہیں جو چیزیں بالکل سفید دکھائی دیتی ہیں وہ کوئی رنگ بھی جذب نہیں کرتیں۔ سب رنگ منعکس ہو کر ہماری آنکھوں میں داخل ہوتے ہیں۔ پس وہ چیزیں سفید نظر آتی ہیں۔ جو چیزیں سیاہ دکھائی دیتی ہیں ان میں یہ خاصیت ہے کہ تمام رنگ جذب کر لیتی ہیں۔

بچہ پیدا ہوتے ہی کیوں روتا ہے؟

جوں جوں کائنات کو دقیق نظر سے دیکھیں قدرتِ کاملہ کے کرشمے ہی نظر آتے ہیں۔ جب بچہ صحیح اور تندرست پیدا ہوتا ہے تو پیدا ہوتے ہی چیخنے لگ جاتا ہے۔ یہ اس لئے نہیں کہ وہ کسی بہتر دُنیا سے آیا ہے اور اس کی یاد میں روتا ہے اور نہ ہی اس لئے کہ وہ اس دنیا میں زندگی کے آنے والے نشیب و فراز کو محسوس کر کے بہت گھبراتا ہے۔ دراصل بچہ روتے وقت سانس اندر کو لیتا ہے اور ہوا میں آکسیجن ہونے کے باعث خون دَورہ کرنے لگ جاتا ہے دل کی حرکت شروع ہو جاتی ہے اور یہ عجیب و غریب مشینری اپنا کام شروع کر دیتی ہے بچے کا رونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سانس لینے لگ جاتا ہے۔ ایک بند ٹائم پیس یا وقت بتانے والی گھڑی کو اگر چابی اس احتیاط سے دی جائے کہ وہ ہلنے نہ پائے تو وہ نہیں چلے گی اگر اسے ہلا دیں تو وہ اپنا کام شروع کر دے گی۔ اسی طرح اگر نوزائیدہ بچے کا دل حرکت شروع نہ کرے تو وہ زندہ نہیں رہے گا نہ رونے والے بچے کے بچنے کی بہت کم امید ہوتی ہے۔ سانس جاری کرنے کی کئی ایک ترکیبیں بھی ہیں اگر کامیاب ثابت ہوں اور سانس جاری ہو جائے تو وہ بچ جاتا ہے۔

٭

چلتے وقت ہم اپنے بازو کیوں ہلاتے ہیں؟

جب ہم چلتے ہیں تو قدرتی طور پر بے خبری میں بازو ہلتے رہتے ہیں۔ یہ اس طرح ہے جس طرح آنکھیں غیر محسوس طور پر جھپکتی رہتی ہیں جب چلتے وقت ہم ایک قدم زمین پر رکھتے ہیں اور دوسرا قدم زمین سے اُٹھاتے ہیں تو بازوؤں کی قدرتی جنبش ہمارے جسمانی توازن کو صحیح رکھ کر ہمیں گرنے نہیں دیتی۔ ہم تخلیقی سلسلوں کی باریکیوں میں جتنا گہرا جائیں قدرتِ کاملہ کی حکمت نظر آئے گی۔

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغِ تیز
جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا
تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا
(درثمین)

UNIVERSAL
VOLTAGE STABILIZER
FOR
REFRIGERATORS
DEEP FREEZERS T.V. &
AIR-CONDITIONERS
یونیورسل الیکٹرونکس
۲۲۔یسین سٹریٹ
ہال روڈ۔لاہور فون:
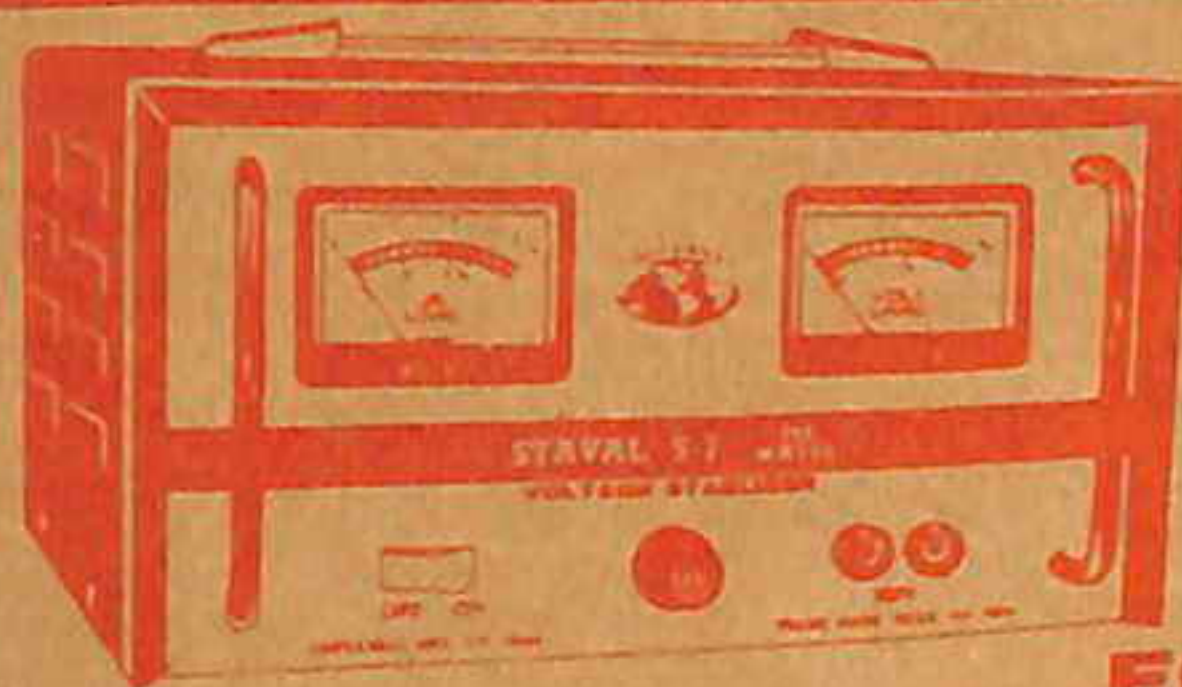
Monthly **KHALID** RABWAH

Regd. No. L5830 EDITOR MUNIR AHMAD JAVED APRIL 1985